Spot CMYK#Waheed

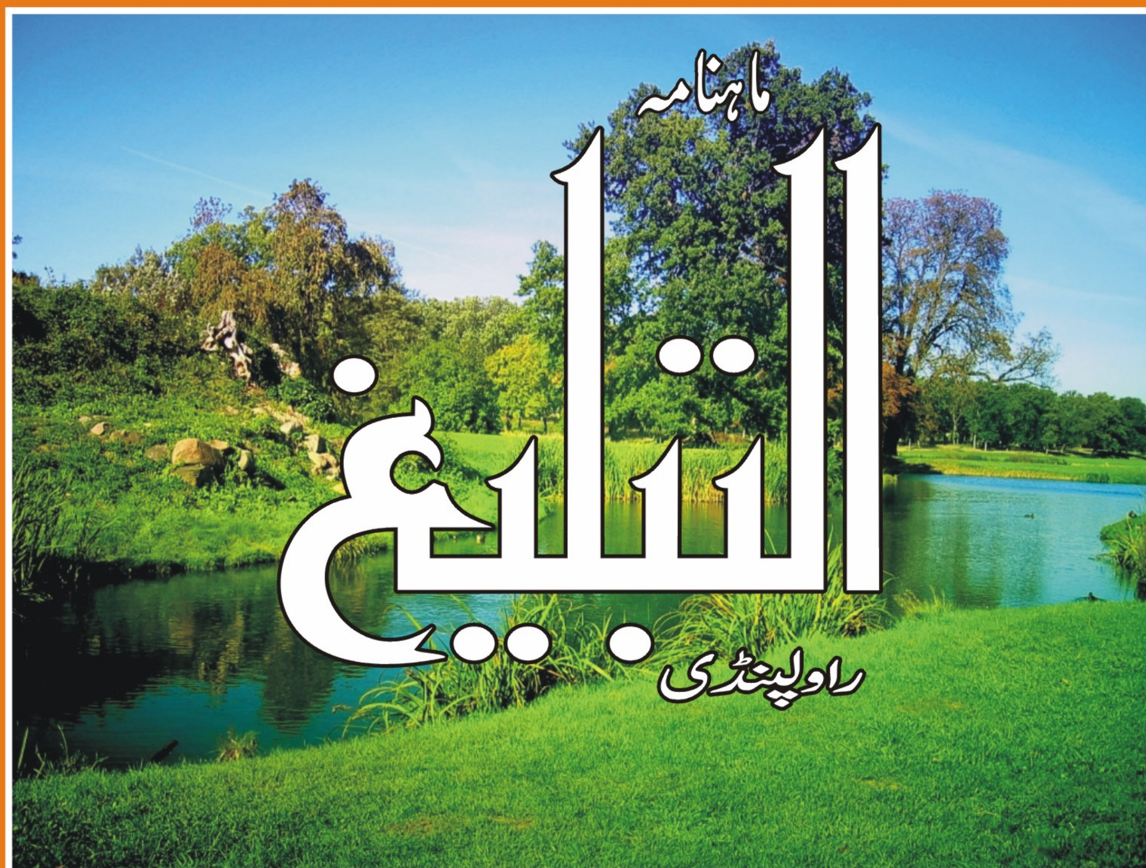

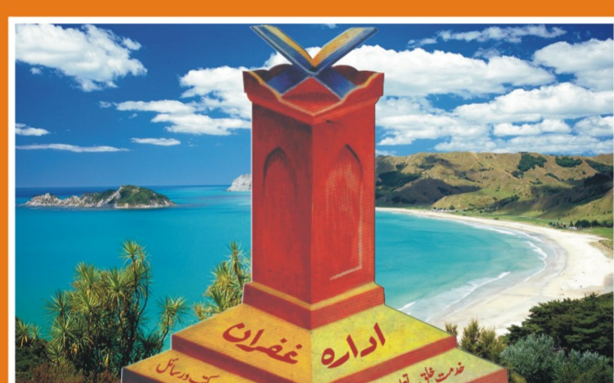

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ .... سانحہ گھوٹکی ✪ حسبہ بل ✪ بلدیاتی انتخابات ✪ چودہ اگست .... مفتی محمد رضوان ۳

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۱۲، آیت نمبر ۱۳) .... منافقین کا طرزِ عمل .... مفتی محمد رضوان ۱۰

درسِ حدیث .... نکاح کی فضیلت واہمیت اور اس کے تقاضے (قسط ۱) .... مفتی محمد یونس ۱۳

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

حضرت مولانا ابرارالحق صاحب رحمہ اللہ (قسط ۲) .... مفتی محمد رضوان ۱۸

ماہِ رجب کے مختصر فضائل ومنکرات .... // // ۲۱

ماہِ جمادی الاخریٰ: پہلی صدی ہجری کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں ... مولوی سعید افضل/مولوی طارق محمود ۲۴

ماہِ رجب: دوسری صدی ہجری کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں .... مولوی طارق محمود ۳۱

حضرت صالح علیہ السلام اور قومِ صالح (قسط ۵) .... مفتی محمد امجد ۳۵

صحابئ رسول حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ (قسط ۱) .... طارق محمود ۴۱

آدابِ تجارت (قسط ۵) .... مفتی منظور احمد ۴۴

صدقہ، خیرات کی فضیلت واہمیت .... حافظ محمد ناصر ۴۷

کھانے پینے کے آداب (قسط ۳) .... مفتی محمد رضوان ۵۱

حقیقی ورسمی تصوف .... // // ۵۵

مکتوباتِ مسیح الاُمّت (بنام حضرت نواب قیصر صاحب) (قسط ۱۶) .... ترتیب: مفتی محمد رضوان ۵۹

علماء کا جہلاء کے ماتحت ہونا (تعلیماتِ حکیم الامت کی روشنی میں) .... // // ۶۱

علم کے مینار .... حکیم محمد بن زکریا الرازی .... مولوی طارق محمود ۶۴

تذکرۂ اولیاء: ... حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ (پانچویں وآخری قسط) .... مفتی محمد امجد ۶۷

پیارے بچو! .... پیسے اور صحت کی بربادی .... مفتی محمد رضوان ۷۲

بزمِ خواتین .... شادی کو سادی بنایئے (قسط ۳) .... مفتی محمد رضوان ۷۵

آپ کے دینی مسائل کا حل .... عمامہ کے رنگ سے متعلق تفصیل .... دارالافتاء ۷۹

کیا آپ جانتے ہیں؟ .... مفید معلومات، احکامات وتجزیات .... مفتی محمد رضوان ۸۴

عبرت کدہ ...... ہندوستان کا اسلامی عہد (قسط ۵) .... مفتی محمد امجد ۸۶

طب وصحت .... نیند وبیداری .... مفتی محمد رضوان ۹۱

اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز .... مفتی محمد امجد ۹۵

اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں .... ابوجویریہ ۹۷

Claim of cleanliness of heart and sight .... مولوی ابرار حسین ۱۰۰

Idara Ghufran

اداریہ

مفتی محمد رضوان

سانحہ گھوٹکی ٭ حسبہ بل ٭ بلدیاتی انتخابات ٭ چودہ اگست

مؤرخہ ۱۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶/ 26 جون 2005ء بروز اتوار میں اپنے چند رفقاء کے ساتھ صبح کی ریل کار سے لاہور کا سفر کررہا تھا، گرمی کی شدت کی وجہ سے ہمارے رفقائے کار نے ریل کار کے ائیر کنڈیشن (اے۔سی) ڈبہ میں سیٹ کا انتظام کیا تھا، سفر کے دوران تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد بار بار ائیر کنڈیشن بند ہوجایا کرتا تھا، جس کی وجہ سے ڈبے میں موجود مسافر گھٹن اور کُڑھن محسوس کرتے تھے، آپ کو معلوم ہے کہ ہمارے یہاں ائیر کنڈیشن ڈبوں میں قدرتی ہوا کی آمدورفت کا بھی کوئی انتظام نہیں ہوتا اور کھڑکیوں کے شیشے بھی نہیں کُھل پاتے، اس لئے ائیر کنڈیشن بند ہوجانے کی صورت میں بہت زیادہ پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جب بار بار اس صورتحال سے دوچار ہونا پڑا تو ہمارے بعض رفقاء نے انتظامیہ کے لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل کرکے اُن سے رابطہ کیا اور اس کی وجہ معلوم کی، جس کے جواب میں معلوم ہوا کہ ابھی صبح کا وقت ہے اس لئے ائیر کنڈیشن پر تھوڑی دیر کے بعد برف جم جاتی ہے، اسے ختم کرنے کے لئے ائیر کنڈیشن بند کرنا پڑتا ہے، اور وہ لاہور جانے کے بعد ائیر کنڈیشن کی اصلاح ومرمت کرائیں گے، اور تھوڑی دیر کے بعد جب کچھ گرمی بڑھ جائے گی وہ مستقل طور پر ائیر کنڈیشن چلادیں گے، اگرچہ انتظامیہ کی اس بات میں زیادہ وزن اور صداقت اس لئے نظر نہیں آرہی تھی کہ ہمارے ملک میں عام طور سے مسافروں کو اس قسم کی شکایات پیش آتی رہتی ہیں، اگر کوئی اتفاقی مسئلہ ہوتا تو پھر شاید ان کی بات پر اطمینان ہوجاتا، بہرحال کافی دیر تک یہ سلسلہ جاری رہا، جب لاہور قریب آگیا اور صبح کا ٹھنڈا وقت بھی گذر گیا تو دوبارہ اُن سے رابطہ کیا گیا کہ کم از کم اب تو ائیر کنڈیشن چلادیا جائے، سفر مکمل ہونے والا ہے اور دوپہر کی گرمی بھی شروع ہوگئی ہے، ہمارے کہنے سننے پر ائیر کنڈیشن چلادیا گیا، مگر تھوڑی ہی دیر میں دوسرے بندہ نے آکر اُسے بند کردیا، اور کیونکہ سفر کے آغاز ہی سے یہ سلسلہ جاری تھا کہ ایک بندہ ائیر کنڈیشن چلاکر جاتا، پیچھے سے دوسرا بندہ آکر اُسے بند کردیتا تھا، جس سے لگتا تھا کہ شاید دو بندوں کی ذمہ داری اسی لئے لگائی گئی ہے کہ ایک آکر چلائے اور دوسرا بند کردے، اب ہمارے رفقاء کو بھی کچھ غصہ آگیا تھا، انہوں نے موقع پر ذمہ دار کو پکڑ کر جب اس سے مؤاخذہ کیا تو اس نے اصل صورتحال سے

آ گاہ کیا کہ:

دراصل بات یہ ہے کہ یہ ائیر کنڈیشن تقریباً بارہ سال پرانا ہے، اور اپنی مدت بہت پہلے پوری کر چکا ہے اب اس میں زیادہ دم خم نہیں ہے، بارہ سال کے عرصہ میں دومرتبہ کاغذوں میں ائیر کنڈیشن تبدیل ہو چکے ہیں، مگر یہاں تک نہیں پہنچ سکے، اوپر کے افسران نے ہڑپ کر لئے، اور اب جبکہ اس کی حالت بہت خستہ ہو چکی ہے، اس لئے بار بار چلانے اور بند کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے تا کہ بالکل ہی نہ جواب دے دے، اس غرض کے لئے خاص طور پر دو ملازم رکھے گئے ہیں جن کو تنخواہ ریلوے کا محکمہ ادا کرتا ہے، اور ہم اس سلسلہ میں بے بس اور مجبور ہیں۔

جب ہمارے رفقاء کو اصل صورتحال کا علم ہوا تو سخت افسوس اور دکھ کا اظہار کیا، اور سوچا کہ جب صرف ایک ائیر کنڈیشن کا یہ معاملہ ہے تو ریلوے کے دیگر معاملات کا کیا حال ہوگا؟ بس اللہ تعالیٰ ہی اس نظام کو کسی نہ کسی طرح چلوا رہے ہیں، ورنہ ہمارے کردار کے سامنے اس نظام کا چلنا از بس مشکل ہے۔

ابھی اس واقعہ کو 17 دن کا عرصہ ہی گزرا تھا، کہ گھوٹکی میں اکٹھی تین ریلوں کے خطرناک اور ہولناک تصادم کی خبر نے پورے ملک بلکہ پوری دنیا میں تشویش پھیلا دی، تفصیل کے مطابق مؤرخہ 13 جولائی کی صبح 3 بجکر 52 منٹ پر گھوٹکی کے قریب ''سرحد'' اسٹیشن پر بیک وقت تین ٹرینوں کا تصادم ہوا، جس کے نتیجہ میں دوسو سے زائد مسافر جاں بحق اور لگ بھگ ایک ہزار افراد زخمی ہو گئے، یہ حادثہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے دنیا کا پہلا اور نقصانات کے لحاظ سے پاکستان میں ریلوے کا سب سے خوفناک حادثہ قرار دیا جا رہا ہے، اس حادثہ کا گہرائی سے جائزہ لیا جائے تو یہ بھی ہمارے ریلوے کے بدترین نظام کا ہی ایک حصہ ثابت ہوگا، ان تین ٹرینوں میں سے ایک ''تیز گام'' نامی ٹرین تھی، جو کراچی سے راولپنڈی آ رہی تھی، دوسری ٹرین ''نائٹ کوچ'' تھی جو لاہور سے کراچی جا رہی تھی، جبکہ تیسری ٹرین کوئٹہ ایکسپریس لاہور سے کوئٹہ جانے والی تھی، جو فنی خرابی کے باعث مذکورہ اسٹیشن پر کھڑی تھی، اس حادثہ میں مجموعی طور پر تینوں ٹرینوں کی 26 بوگیوں کو نقصان پہنچا، جن میں 18 بوگیاں مکمل طور پر تباہ ہو گئی ہیں، اس حادثہ کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ کراچی ایکسپریس اور کوئٹہ ایکسپریس کے درمیان تصادم کو پندرہ منٹ کا عرصہ گزر جانے کے باوجود تیز گام کو حادثے کی اطلاع نہیں دی گئی، جس کے نتیجے میں تیز گام کا بڑا تصادم رونما ہو گیا، قابلِ افسوس بات یہ ہے کہ ہمارے ریلوے کا اکثر نظام ایک لمبا عرصہ گذر جانے اور دوسرے ملکوں کی مجموعی صورتحال بدل

جانے کے باوجود ابھی تک اسی ایک ٹریک پر چل رہا ہے جس پر نصف صدی سے زائد پہلے انگریز چھوڑ کر گئے تھے، اور اُس وقت آج کل کی طرح کے جدید ذرائع ابلاغ و وسائل بھی نہیں تھے، اب جبکہ مواصلات اور رابطوں کے ایسے سستے ترین ذریعے پیدا ہو گئے ہیں جو ایک جمع دار، موچی اور کھوتہ ریڑھی چلانے والے کے پاس بھی موبائل فون کی شکل میں موجود ہیں۔

اس کو ریلوے انتظامیہ کی غفلت، عیاشی، اور لاپرواہی کی انتہاء نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جاسکتا ہے؟ پچھلے دنوں حکومت نے پی ٹی سی ایل کے 26 فیصد حصص نیلام کر کے ابوظہبی کے ایک ٹیلی کام گروپ ''اتصالات'' کو 12 ارب 59 کروڑ 8 لاکھ ڈالرز (تقریباً ایک سو پچپن ارب روپے) میں فروخت کر دیئے تھے، اور اب پاکستان ریلوے کی نیلامی و نجکاری کی خبریں بھی گردش کر رہی ہیں، اس وقت ہمارے ملک کے عوام اتنے تنگ آ چکے ہیں کہ انہیں اس قسم کی نجکاریوں سے زیادہ اپنے حقوق حاصل کرنے کی فکر ہے، جو کسی بھی طرح سے حاصل نہیں ہو رہے، اور وہ ہر شعبے میں مشکلات سے تنگ آ چکے ہیں۔

ہمارے نااہل حکمرانوں سمیت ریلوے انتظامیہ کے بڑے افسران اربوں کھربوں روپے جیب میں بھر کر گھر لے جاتے ہیں اور عوام کے خون پسینے سے حاصل کردہ کمائی کو مالِ مفت دلِ بے رحم کی طرح اپنی عیاشیوں میں اُڑا کر تین پانچ کر دیتے ہیں۔

اور سانحہ گھوٹکی جیسے حادثات و سانحات کے خون سے ہولی کھیل کر بھی ان کی پیاس کو تسکین نہیں پہنچتی، معلوم نہیں ملک و ملت کے مال و جان کا یہ کھیل کب تک کھیلا جاتا رہے گا؟ ہم تو یہی دعا کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان نااہل ذمہ داروں کی اصلاح فرمائیں، ورنہ ان سے نجات دلا کر بہتر متبادل افراد مہیا فرمائیں۔

✪......حسبہ بل

پاکستان حزبِ اختلاف کی بڑی جماعت متحدہ مجلس عمل نے عام انتخابات میں عوام سے کئے گئے وعدوں کے مطابق اپنے منشور پر عمل درآمد کرتے ہوئے سرحد اسمبلی میں شریعت بل کی متفقہ منظوری کے بعد مؤرخہ **15** جولائی **2005**ء حسبہ بل کو کثرتِ رائے سے منظور کر کے صوبے بھر میں 57 سالہ استحصالی نظام کے خاتمے اور عوام کو سستا انصاف اور معاشرہ کو اسلامی نظام کے ڈھانچہ میں ڈھالنے کے لئے قدم اٹھایا ہے۔

لیکن دوسری طرف حزبِ اقتدار حکومت نے اس بل کو سپریم کورٹ کی عدالت میں چیلنج کرنے کا فیصلہ

کیا ہے، ہمارے خیال میں اگر حکومت کا یہ اقدام نیک نیتی پر مبنی اور عدلیہ کی طرف سے آزادانہ و خودمختارانہ طریقہ پر ملکی آئین کے مطابق جائزہ کے لئے ہوتو اس حد تک اس میں زیادہ قباحت اور برائی محسوس نہیں ہوتی ،لیکن اس موقعہ پر عدلیہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ مقنّنہ اور حکومت کی طرف سے بار بار صوبوں کی خودمختاری کا نعرہ لگانے کے تناظر میں اس بل کا جائزہ لیا جائے ،اوراس موقعہ پر حکومت سمیت کسی خارجی دباؤ یا اثر ورسوخ سے متاثر نہ ہوا جائے، جوکہ خود عدلیہ کی شرعی وآئینی ذمہ داری بھی ہے۔

لیکن اگر حکومت کی طرف سے یہ اقدام مخالفت برائے مخالفت کے بے سروپا روایتی اصول کو عملی جامہ پہنانے یا اسلامی اصولوں سے انحراف پر مبنی ہے تو یہ نہ صرف پورے ملک کی سلامتی کے لئے نقصان دہ ہے، بلکہ اسی کے ساتھ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے آخرت کی تباہی وبربادی کا بھی بہت بڑا پیش خیمہ ہے، جس کا وبال بسا اوقات دنیا میں بھی سامنے آجاتا ہے،اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ تمام ذمہ دار حلقے اس سلسلہ میں سنجیدگی اور نیک نیتی کے ساتھ اس معاملہ کو پایۂ تکمیل اور انتہا تک پہنچانے کی کوشش کریں

لیکن ان تمام باتوں سے قطع نظر قابلِ افسوس بات یہ ہے کہ ہمارے یہاں صرف بلوں کی منظوری اور قانون بنادینے سے زیادہ مسائل حل نہیں ہوتے ،اصل چیز ان بلوں اور قوانین کا نفاذ ہے، جوکسی بھی بل اور قانون کی منظوری سے زیادہ اہم اور ضروری ہے، ورنہ وطنِ عزیز میں ایسے سابقہ بلوں اور قوانین کی جن پر مقنّنہ، عدلیہ اور حزبِ اختلاف سمیت عوام کو بھی کوئی اختلاف نہیں ،کوئی کمی نہیں، جو آج تک سردخانے میں پڑے ہوئے ہیں اوران کا کوئی پُرسانِ حال نہیں ،نفاذ تو دور کی بات ہے۔

اس موقعہ پر حاصل تمنائی کی وہ رباعی بھی قابلِ توجہ ہے جو''کاش'' کے عنوان سے مؤرخہ ۸/ جمادی الاخریٰ/ ۱۴۲۶ھ 16 جولائی/ 2005ء بروز ہفتہ کے روزنامہ اسلام راولپنڈی میں شائع ہوئی:

ہے مبارک باد کے قابل یہ امر ہوگیا منظور حسبہ ایکٹ کل
اہلِ ایمان کی یہی ہے آرزو کاش اب ہونے لگے اس پر عمل

✪......بلدیاتی انتخابات

18 اگست 2005ء کو ملک بھر میں بلدیاتی انتخابات کا اعلان ہو چکا ہے،اور ملک بھر میں انتخابات میں حصہ لینے والے نمائندوں کی طرف سے بھرپور تیاریاں عروج پر ہیں،شاید آئندہ چند روز میں اس میں مزید

تیزی آ جائے ،مختلف اہلِ علم حضرات کی طرف سے بار بار ہمارے موجودہ جمہوری مروجہ سیاسی نظام اور طرزِ انتخاب نیز مروجہ ووٹنگ سسٹم کے مفاسد اور خرابیوں کی نشاندہی اور قابلِ اصلاح امور کی تقریر ہو چکی ہے، اس لئے اسے بالتفصیل بار بار دھرانے کی ضرورت نہیں، البتہ موقع کی مناسبت سے ''جمہوریت اور ووٹ کی شرعی حیثیت'' کے نام سے بندہ کے ترتیب دئے اور شائع شدہ ایک رسالہ کا مختصر اقتباس پیشِ خدمت ہے، جو عوام کے لئے اس موقع پر فائدہ مند معلوم ہوتا ہے۔

''عیسائیت کا یہ باطل نظریہ بہت مشہور ہے کہ ''قیصر کا حق قیصر کو دو' اور کلیسا کا حق کلیسا کو' جس کا مطلب یہ ہے کہ مذہب کا سیاست میں کوئی عمل دخل نہیں ہے، اور دونوں کے عمل کا میدان مختلف ہے، دونوں کو اپنے اپنے میدان میں ایک دوسرے کی مداخلت کے بغیر کام کرنا چاہئے، دین وسیاست کی تفریق کا یہی نظریہ ترقی کر کے ''سیکولرزم'' کی شکل اختیار کر گیا، جو آج کے نظام ہائے سیاست میں مقبول ترین نظریہ سمجھا جاتا ہے اور اس نظریہ کے تحت سیاست کے تمام معاملات مذہب کی پابندیوں سے آزاد ہو کر انجام دیئے جاتے ہیں اس کے بالکل برعکس بعض لوگ اس حد تک چلے گئے کہ انہوں نے سیاست اور حکومت کو اسلام کا مقصودِ اصلی اس کا حقیقی نصب العین اور بعثت انبیاء کا مطمحِ نظر، بلکہ انسان کی تخلیق کا اصل ہدف قرار دے دیا، اور اسلام کے دوسرے احکام مثلاً عبادات وغیرہ کو نہ صرف ثانوی حیثیت دے دی، بلکہ انہیں اسی مقصودِ اصلی، یعنی سیاست کے حصول کا ایک ذریعہ اور اس کی تربیت کا ایک طریقہ قرار دے دیا، ان لوگوں نے سیاست کو اسلامی بنانے کے بجائے اسلام کو سیاسی بنا دیا، کہنا یہ تھا کہ ''سیاست'' کو دین سے الگ نہ ہونا چاہئے، لیکن کہا یہ کہ دین کو سیاست سے الگ نہیں ہونا چاہئے، اس کا نتیجہ اس نقصان کی شکل میں ظاہر ہوا کہ دین کی مجموعی تصویر اور اس کی ترجیحات کی ترتیب الٹ کر رہ گئی۔ حالانکہ ان دونوں انتہاء پسندانہ نظریوں کے برعکس اسلام کا صحیح معتدل نظریہ یہ ہے کہ سیاست شریعت کا حصہ ہے لیکن شرعی سیاست، نہ کہ شریعت سے آزاد گندی سیاست۔ ہمارا مروجہ سیاسی جمہوری نظام وطرزِ انتخاب اور ووٹنگ سسٹم اگرچہ پوری طرح اسلامی اصولوں کے مطابق نہیں اور اس میں بے شمار اصلاحات ضروری ہیں اور اس نظام کی خامیوں کو دور کرنے اور اس کی اصلاح کے لئے ہر شخص کو اپنی حیثیت کے مطابق ممکنہ حد تک کوشش کرنا ضروری ہے لیکن جب تک اس میں مطلوبہ اصلاح نہ ہو اور پوری طرح اس کی خامیاں دور نہ ہوں اس وقت تک موجودہ نظام (جو کہ ہمارے نہ چاہتے ہوئے بھی چل رہا ہے اور اس کے نتیجہ میں منتخب ہو کر وزراء اور حکمران ہمارے اوپر مسلط ہو رہے ہیں) کے مطابق ووٹ کا صحیح استعمال ایک اہم اور نازک ذمہ داری ہے، جس کا صحیح مصرف میں استعمال ضروری اور اس کے غلط استعمال نیز اس کو ضائع

کرنے سے بچانا لازم ہے اوراس کوایک دنیاوی معاملہ سمجھ کراس بارے میں کوتاہی برتنا سخت گناہ اورسنگین جرم ہے جس کے نتائج ملک وملت اورآخرت کے اعتبار سے تباہ کن ہیں، اگرکسی کے سامنے پورے معیار کے مطابق قابلِ اطمینان دیانت وامانت دار امیدوار نہ ہو اورسارے امیدوار دین کے لحاظ سے کمزور ہوں تو ان میں سے بھی کم درجے کےضرروالےشخص کےحق میں ووٹ کا استعمال ضروری ہے، یہ سمجھ کرنہیں کہ یہ پوری طرح اس منصب کا اہل ہے بلکہ اس نیت سے کہ اس کے حق میں ووٹ کے استعمال سے زیادہ مضراور بڑےظلم وستم والےشخص کی طاقت کمزور ہوگی ،بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ ہمارے ایک ووٹ کے نہ دینے سے کون سافرق پڑتا ہے، حالانکہ بسااوقات تو ایک ہی ووٹ فیصلہ کن ثابت ہوجاتا ہے، دوسرے اگر ہر شخص اپنے متعلق یہی سمجھنے لگے کہ ایک ووٹ کے استعمال نہ ہونے سے کون سافرق پڑتا ہے، تواس طرح تو کوئی شخص بھی ووٹ کواستعمال کرنے والا نہ ملے گا، تیسرے اگرکسی کےایک ووٹ سے کوئی فیصلہ نہ ہوسکا تب بھی انسان اس کےصحیح استعمال سے اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوجاتا ہے اوراس سے قیامت کے روز اس کے نتیجے اور فیصلہ کا سوال نہ ہوگا۔ ہاں اگر استعمال نہ کرتا یا غلط استعمال کرتا تو ضرور سوال ہوتا۔بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ ووٹ کا استعمال شریف لوگوں کا کام نہیں ہے، اس لئے شریف اور نیک لوگ تو اپنے گھروں میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہتے ہیں اور دنیادار واوباش قسم کے لوگ اپنے ووٹ کو غلط استعمال کرکے باطل کو پوری طرح تقویت پہنچاتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ دنیاداروں کے لئے میدان بالکل خالی ہے اور وہ اس میں اپنی من مانی کرتے نظر آتے ہیں، بعض لوگ ووٹوں کونوٹوں کے ساتھ جوڑ دیتے ہیں اور جہاں سے مال مڈی ملنے کی توقع وابستہ ہوتی ہے اس کے حق میں ووٹ کا استعمال کرتے ہیں خواہ وہ ممبر دین ودنیا کے لحاظ سے نااہل اور دوسروں کے لئے نقصان دہ ہی کیوں نہ ہو، اس قسم کی تمام خرابیوں سے خود بچنا اوردوسروں کو بچانے کا اہتمام کرنا اورووٹ کا صحیح استعمال ضروری ہے“

✪...... چودہ اگست

ملکِ پاکستان میں ۱۴/ اگست کی تاریخ کو اس حیثیت سے خاص شہرت حاصل ہے کہ اس تاریخ میں پاکستان کا قیام وجود میں آیا تھا، ۱۴/ اگست کوملک میں مختلف قسم کی سرکاری وغیرسرکاری سطح پرتقاریب منعقد ہوتی ہیں، اوراس دن کو”یومِ تشکر“ کےعنوان سے یاد کیا جاتا ہے۔

بلاشبہ اس اعتبار سے تو یہ تاریخ خاص اہمیت کی حامل ہے کہ اس میں پاکستان کو الگ ملک کی حیثیت سے

وجود ملا تھا، اور طویل جدوجہد کے نتیجہ اور لامتناہی قربانیوں کے صلہ میں ''مملکتِ پاکستان'' کی شکل میں اسلام کے نام پر ایک ملک وجود میں آیا تھا۔

لیکن نصف صدی سے زائد عرصہ گزر جانے کے بعد ہر سال اس تاریخ کے حوالے سے مختلف پروگرام منعقد کرتے وقت عام طور پر پاکستان کے قیام کے اصلی اور حقیقی مقصد کو حاصل کرنے کی طرف توجہ نہیں کی جاتی، اور مزید براں اس موقع پر ہر سال ایسی حرکات وسکنات کا مظاہرہ کیا جاتا ہے جو قیامِ پاکستان کے حقیقی مقصد کے بالکل برخلاف ہیں، چنانچہ زرِ کثیر لگا کر آتش بازی، بے حیائی، شور شرابے اور ناچ گانے کی اجتماعی یا انفرادی وہ محفلیں سجائی جاتی ہیں، جن سے ایک باحیا اور ایمان دار مسلمان کی روح کانپ اٹھتی ہے، یقیناً اِن حرکات سے ہمارے اُن آباء واجداد کی روحوں کو بھی ناگواری ہوتی ہوگی، جنھوں نے اسلام کی خاطر اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرکے یہ ملک حاصل کیا اور کرایا تھا، لہٰذا چودہ اگست کی تاریخ مملکت پاکستان کے حقیقی جانشینوں اور باشندوں کو اس ملک کے قیام کے اصلی اور روحانی مقاصد کو حاصل کرنے اور ان کو ترقی دینے کی طرف متوجہ کرتی ہے۔

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۱۲، آیت نمبر ۱۳)

مفتی محمد رضوان

منافقین کا طرزِ عمل

منافقین کی تیسری بری خصلت ''مؤمنوں کو بے وقوف کہنا''

''وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ اٰمِنُوۡا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوۡٓا اَنُؤۡمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ؕ اَلَآ اِنَّهُمۡ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰـكِنۡ لَّا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۳﴾

ترجمہ: اور جب اِن (منافقین) سے کہا جاتا ہے کہ تم بھی ایسا ہی ایمان لے آ ؤ جیسا کہ ایمان لا چکے ہیں اور لوگ (یعنی صحابہ) تو (یہ منافقین اس کے جواب میں) کہتے ہیں کہ کیا ہم ایمان لائیں گے، ایسا جیسا کہ (یہ) بے وقوف (لوگ) ایمان لائے ہیں، یاد رکھو! بلاشبہ یہی ہیں بے وقوف، لیکن (یہ) اس کا علم نہیں رکھتے ۔

مذکورہ آیت میں منافقین کی تیسری بری خصلت وحرکت یہ بیان فرمائی گئی کہ جب ان سے کہا جاتا کہ تم صحیح معنیٰ میں ویسا ایمان لے آ ؤ جیسا کہ دوسرے صحابۂ کرام سچے دل سے ایمان لا چکے ہیں تو یہ منافقین اس کے جواب میں کہتے کہ تم جن لوگوں کی طرح کے ایمان لانے کا ہمیں سبق دے رہے ہو وہ لوگ تو بے وقوف ہیں، اور ہم عقلمند ہیں لہٰذا ہم بے وقوفوں والا کام کیوں کریں؟

منافقین نے صحابۂ کرام کو ''سُفَهَاء'' یعنی بے وقوف بتلایا، مگر قرآن مجید نے واضح طور پر فیصلہ فرمادیا کہ اس طرح کا دعویٰ کرنے والے درحقیقت خود ہی بے وقوف ہیں۔

ہر زمانے کے گمراہ لوگوں کا یہی طریقہ رہا ہے کہ جو لوگ انہیں صحیح راستہ بتلاتے ہیں وہ الٹا انہیں کو بے وقوف اور جاہل قرار دیتے ہیں، آج بھی بعض خارجی اور رافضی صحابۂ کرام کو احمق، کافر یا منافق کہتے ہیں، قرآن مجید کے واضح اعلان کی رُو سے ایسے لوگ خود ہی احمق ہیں ''سُفَهَاء''، جمع ہے ''سَفِيۡه'' کی اور سفیہ ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جو اپنے نفع ونقصان کو نہ پہچانتا ہو، منافقین اپنی دورُخی روش اور پالیسی کی وجہ سے یہ سمجھتے تھے کہ ہم دونوں طرف سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور ہم مؤمن وکافر دونوں طبقوں کے ساتھ ہیں، جب جیسی ضرورت ہوگی اسی کے ساتھ ہولیں گے اور اس طرح دنیا کے نقصان سے بچ کر فائدہ اٹھانے والوں میں

سے ہوجائیں گے، اس لئے ہم ''عقلاء'' عقلمند ہیں کہ اپنے نفع ونقصان کو پہچانتے ہیں۔
اور یہ مؤمن ایسے ہیں کہ دین کی خاطر دیوانے بنے ہوئے ہیں اور زمانہ کے انقلابات سے نہیں ڈرتے اگر کافروں کا غلبہ ہوگیا تو سارے دنیا کے فوائد ومصالح سے محروم ہوجائیں گے، اور مغلوب ہوکر ذلیل وخوار ہوجائیں گے، اور اس طرح دنیا کا نقصان اٹھائیں گے، اس لئے یہ ''سفہاء'' بے وقوف ہیں کہ اپنے نفع ونقصان کو نہیں پہچانتے؟ اللہ تعالیٰ نے منافقین کی پُرزور تردید فرمائی کہ خبردار ہوجاؤ، یہ منافقین ہی درحقیقت خود بے وقوف ہیں کہ دنیا کے عارضی وفانی نفع ونقصان کو تو سامنے رکھتے ہیں مگر آخرت کے دائمی اور باقی نفع ونقصان کی پرواہ نہیں کرتے، اور اس کے برخلاف صحابۂ کرام اور مؤمنین دنیا کے عارضی وفانی نفع ونقصان کے مقابلہ میں آخرت کے دائمی اور باقی نفع ونقصان کو ترجیح دیتے ہیں، اس لیے حقیقی نفع ونقصان کو جاننے، پہچاننے اور اختیار کرنے والے مؤمنین اور صحابۂ کرام ہیں، لہٰذا وہ بے وقوف نہیں بلکہ عقلمند ہیں اور ان کے مقابلہ میں منافقین حقیقی نفع ونقصان کو نہیں جانتے لہٰذا وہ بے وقوف ہیں۔
منافقین کا مؤمنین مخلصین کو بے وقوف کہنا بھی دراصل مؤمنین کے عقل منداور سمجھدار ہونے کی دلیل ہے کیونکہ ناقص عقل والے کا کسی کی برائی کرنا دوسرے کے کامل عقل والا ہونے کی دلیل ہوا کرتا ہے اسی مضمون کو ایک عربی شاعر نے اپنے شعر میں اس طرح بیان کیا ہے ؎

وَاِذَا اَتَتْکَ مَذَمَّتِیْ مِنْ نَاقِصٍ — فَھِیَ الشَّھَادَۃُ لِیْ بِاَنِّیْ کَامِلٌ

(یعنی ناقص عقل والے کا میری برائی کرنا، یہی میرے کامل عقل والا ہونے کی گواہی ہے)

اسی لئے ایک حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''عقلمند اور سمجھدار وہ ہے کہ جس نے اپنے نفس اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا مطیع اور فرمانبردار بنایا اور آخرت کے واسطے عمل کیا اور عاجز (بے وقوف واحمق) وہ ہے کہ جس نے نفسانی خواہشات کی پیروی کی اور (اوپر سے) اللہ پر آرزوئیں اور تمنائیں باندھیں'' (کنز العمال ج ۳ حدیث نمبر ۷۰۳۶، بحوالہ مسند احمد، ترمذی، حاکم، طبرانی)

اور مؤمنین ومنافقین میں یہی فرق تھا کہ مؤمنین نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا مطیع وفرمانبردار بنایا ہوا تھا اور آخرت کو سامنے رکھ کر عمل کرتے تھے، اور منافقین اپنی نفسانی خواہشات کی اتباع وپیروی کرتے تھے اور دنیا کی فاسد اغراض کو سامنے رکھ کر عمل کرتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کے مقابلہ میں منافقین کو بے وقوف قرار دیا۔ پھر ایک بے وقوف اور احمق تو وہ ہے جو اپنی بے وقوفی اور حماقت کو

جانتا ہو (یہ پھر بھی غنیمت ہے) اور ایک بے وقوف وہ ہے جو اپنی بے وقوفی اور حماقت کو بھی نہ جانتا ہو، بلکہ اپنی حماقت وسفاہت کو فراست وذکاوت اور عقلمندی سمجھتا ہو، اس سے بڑھ کر بے وقوف اور کون ہوگا؟ اسی وجہ سے ایسے بے وقوف کا مرض لاعلاج ہوتا ہے (معارف القرآن ادریسی بتغیر)

صحابۂ کرام حق وباطل کا معیار

مذکورہ آیت میں منافقین کے سامنے سچے، پکے اور صحیح ایمان کا ایک معیار اور کسوٹی رکھی گئی کہ ''آمِنُوا کَمَا آمَنَ النَّاسُ''، یعنی ''تم اسی طرح ایمان لاؤ جس طرح کا ایمان اور لوگ لا چکے ہیں'' اس جگہ لفظِ ''ناس'' ''لوگوں'' سے مراد تمام مفسرین کے نزدیک ''صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم'' ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف وہی ایمان لانا معتبر ہے جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کی طرح ہو، صحابۂ کرام کا ایمان ایک کسوٹی اور معیار ہے جس پر ساری امت کے ایمان کے کھرا اور کھوٹا ہونے کو پرکھا اور جانچا جائے گا، جس کا ایمان اس معیار اور کسوٹی پر پورا نہیں اترے گا اس کو ایمان اور ایسے شخص کو مؤمن نہیں کہا جائے گا، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے عقیدہ وعمل کے خلاف جو بھی چیز سامنے آئے گی خواہ وہ ظاہر میں کتنی ہی اچھی نظر آئے اور خواہ اس کو کتنی ہی نیک نیتی کے ساتھ کیوں نہ اختیار کیا جائے اس کو درست اور صحیح قرار نہیں دیا جاسکتا، آج بھی اگر کوئی ایمان کا دعویٰ کرے تو اس کے دعوے کے غلط یا صحیح ہونے کا معیار اور پہچان، صحابۂ کرام کا ایمان ہے جس کا ایمان صحابۂ کرام کے ایمان کے مطابق نہیں وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک معتبر نہیں، جو شخص صحابۂ کرام کے ایمان کے خلاف کوئی نیا عقیدہ یا مفہوم بتائے اور وہ اپنے مؤمن ہونے کا دعویٰ کرے اس کا یہ دعویٰ نرا دھوکہ اور فریب ہے خواہ وہ اپنے دعوے پر کتنے ہی دلائل کیوں نہ قائم کرے (معارف القرآن عثمانی بتغیر)

درسِ حدیث

مفتی محمد یونس

احادیث مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

نکاح کی فضیلت واہمیت اوراس کے تقاضے (قسط ۱)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَلنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ فَمَنْ لَّمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِیْ فَلَيْسَ مِنِّیْ وَتَزَوَّجُوْا فَإِنِّیْ مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْاُمَمَ وَمَنْ كَانَ ذَاطَوْلٍ فَلْيَنْكِحْ وَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَعَلَيْهِ بِالصِّيَامِ فَاِنَّ الصَّوْمَ لَهٗ وِجَآءٌ (رواه ابن ماجه ص ۱۳۲ ،باب ماجاء فی فضل النكاح)

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:''نکاح کرنا میری سنت ہے پس جوشخص میری سنت پر عمل نہیں کرے گا وہ میرے طریقے پرنہیں (یعنی میرااس سے کوئی تعلق نہیں)اورتم نکاح کیا کرو کیونکہ (اس کے نتیجہ میں اولاد ہونے پر) میں دوسری امتوں کے مقابلہ میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا اور جوشخص مال اوراستطاعت والا ہے اسے چاہئے کہ نکاح کرے اور جو (مال واستطاعت) نہ پائے اسے چاہئے کہ روزوں کاالتزام کرے کیونکہ روزہ رکھنا اس کی شہوت توڑنے کا فائدہ دے گا (سنن ابن ماجہ ص۱۳۲)

فوائد: اس حدیث شریف میں نکاح سے متعلق کئی باتیں ارشادفرمائی گئی ہیں۔

(۱)......نکاح کی اہمیت

سب سے پہلے آنحضرت ﷺ نے یہ ارشادفرمایا کہ ''نکاح کرنا میری سنت ہے اور جوشخص میری سنت پر عمل نہیں کرے گا اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں'' اس جملہ سے نکاح کی اہمیت معلوم ہوئی اس لئے کہ حضور ﷺ نے اس کو اپنی سنت فرمایا اور سنت پر عمل نہ کرنے والے سے اپنی لاتعلقی کا اظہار فرمایا جوایک طرح کی وعید ہے چنانچہ جس کے دل میں حضور نبی کریم ﷺ کی محبت ہوگی وہ اس بات کو برداشت نہیں کرسکے گا کہ آپ ﷺ اسے اپنے سے لاتعلق قراردیں حضراتِ صحابہ کرام جن کے دلوں میں حضور بنی کریم ﷺ کی سچی

محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی حضور ﷺ کے ذرا سے اعراض اور بے رُخی سے اس قدر پریشان ہو جاتے تھے کہ جب تک حضور کی ناپسندیدہ بات کو چھوڑ کر آپ ﷺ کو خوش نہیں کر لیتے تھے اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھتے تھے، حضور اقدس ﷺ ایک مرتبہ دولت کدہ سے باہر تشریف لے جا رہے تھے آپ ﷺ نے راستے میں ایک قُبَّہ (گنبد والا حجرہ) دیکھا جو اونچا بنا ہوا تھا، آپ نے ساتھیوں سے دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ فلاں انصاری صحابی نے قبہ بنایا ہے، حضور ﷺ یہ بات سن کر خاموش ہو گئے، کسی دوسرے وقت وہ انصاری صحابی خالی الذہن ہونے کی حالت میں خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کیا، حضور ﷺ نے ان سے اعراض فرما لیا اور سلام کا جواب مرحمت نہیں فرمایا، ان انصاری صحابی نے اس خیال سے کہ شاید آپ کی توجہ نہ ہوئی ہو دوبارہ سلام کیا، حضور اقدس ﷺ نے پھر بھی اعراض فرمایا اور جواب نہیں دیا (وہ صحابی پریشان ہو گئے اور وہ اس بات کا کیسے تحمل کر سکتے تھے، جبکہ آپ ﷺ کا اس طرح اعراض فرمانا اور سلام کا جواب نہ دینا خفگی اور ناخوشی کی علامت سمجھا جاتا تھا) ان صحابی نے مجلس میں موجود صحابہ سے دریافت کیا کہ آج میں حضور ﷺ کی نظروں کو پھرا ہوا پاتا ہوں، خیر تو ہے؟ انہوں نے کہا کہ حضور باہر تشریف لے گئے تھے، راستہ میں تمہارا قبہ دیکھا تھا اور دریافت فرمایا تھا کہ یہ کس کا ہے؟ (بس اس سے زیادہ اور کوئی بات نہیں فرمائی) یہ سن کر وہ انصاری صحابی فوراً واپس گئے اور اس قبہ کو توڑ کر ایسا زمین کے برابر کر دیا کہ نام ونشان بھی نہ رہا اور پھر آ کر آپ سے اس واقعہ کا ذکر بھی نہیں کیا، اتفاقاً حضور ہی کا اس جگہ کسی دوسرے موقع پر گزر ہوا تو دیکھا کہ وہ قبہ وہاں نہیں ہے، دریافت فرمایا، صحابہ نے عرض کیا کہ انصاری سے آنحضرت ﷺ کے اعراض کا کئی روز ہوئے ذکر کیا تھا کہ تمہارا قبہ دیکھا ہے، انہوں نے آ کر اس کو بالکل توڑ دیا، حضور نے ارشاد فرمایا کہ ہر تعمیر آدمی پر وبال ہے، مگر وہ تعمیر جو سخت ضرورت اور مجبوری کی ہو (ابوداؤد)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام جو حضور ﷺ سے سچی محبت کرنے والے تھے ان کو اس کا تحمل ہی نہیں تھا کہ چہرۂ انور کو رنجیدہ دیکھیں یا کوئی شخص اپنے بارے میں حضور ﷺ کی ناگواری کو محسوس کرے۔

آج کل کیونکہ حضور ﷺ سے سچی اور صحیح محبت کرنے والے مسلمان بہت کم ہیں، اس لئے اس طرح کے ارشاد (کہ اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں وغیرہ) کو عموماً وعید اور آپ ﷺ کی ناراضگی کو کوئی اہم چیز ہی نہیں سمجھا جاتا بلکہ معمولی خیال کر کے اس کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی حالانکہ مذکورہ واقعہ سے معلوم ہوا کہ

محبت رکھنے والے اس طرح کے ارشاد کو کتنی بڑی وعید سمجھتے ہیں، اس لئے بجائے اس قسم کے ارشاد کو سرسری سمجھنے کے دل میں رسول اللہ ﷺ کی سچی محبت پیدا کرنے اور آپ ﷺ کی بیان فرمودہ ہر قسم کی وعیدوں سے اپنے آپ کو بچانے کی ضرورت ہے اور جس سنت سے متعلق اس طرح کی وعید حدیث شریف میں آ جائے وہ سنتِ مؤکدہ کہلاتی ہے اسی لئے فقہائے کرام رحمہم اللہ نے عام (نارمل) حالات میں نکاح کو سنتِ مؤکدہ قرار دیا ہے (عام حالات کی وضاحت انشاء اللہ آگے آئے گی) پھر نکاح صرف آنحضرت ﷺ کی ہی سنت نہیں ہے بلکہ بعض روایات میں نکاح کو تمام انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی سنت قرار دیا گیا ہے (ملاحظہ ہو سننِ ترمذی ج ۱ ص ۱۲۸)

بلکہ اس سے بڑھ کر نکاح کا یہ درجہ ہے کہ ایمان کی طرح یہ ان عبادات میں شمار ہوتا ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم النبیین ﷺ تک تمام انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں میں مشروع اور جاری رہی ہیں اور یہاں تک کہ جنت میں بھی یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

نکاح کی اہمیت کا بعض آیات سے بھی پتہ چلتا ہے چنانچہ سورۂ نساء کی ایک آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَانْكِحُوْا مَاطَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ الآية یعنی جو عورت تمہیں پسند ہو (اور اس میں کوئی شرعی رُکاوٹ نہ ہو) اس سے نکاح کرلو۔

دوسرے مقام پر سورۂ نور میں ارشاد ہے:

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ یعنی تم میں سے جو بے نکاح ہوں (خواہ مرد ہو یا عورت اسی طرح خواہ ابھی تک نکاح ہوا ہی نہ ہو یا ہونے کے بعد جُدائی ہوگئی ہو خواہ کسی ایک کے فوت ہوجانے کی وجہ سے یا طلاق وغیرہ سے) ان کا نکاح کرادیا کرو۔

سورۂ نساء کی آیت میں خود عاقل بالغ قابلِ نکاح افراد سے خطاب ہے اور سورۂ نور کی آیت میں ایسے افراد کے سرپرستوں سے خطاب ہے کہ وہ ایسوں کا نکاح کرادیا کریں

چونکہ نکاح کا مسنون اور بہتر طریقہ یہ ہے کہ خود اپنا نکاح کرنے کے لئے کوئی لڑکا، لڑکی بلاواسطہ پیش قدمی کرنے کے بجائے اپنے والدین یا سرپرستوں کے واسطے سے یہ کام انجام دے بلکہ اسلامی ماحول میں پروان چڑھنے والے وہ بچے اور بچیاں جن کو شروع ہی سے اسلامی احکام کی تعلیم وتربیت دی گئی ہو وہ عموماً

اپنے نکاح کی بات خود چلاتے ہوئے فطری طور پر حیا محسوس کرتے ہیں اور شرماتے ہیں نیز والدین اور سرپرست حضرات عموماً اس مرحلے سے گزر چکے ہوتے ہیں اور انہیں شادی کے بعد پیش آنے والے حالات کا بھی سابقہ پڑنے کی وجہ سے اچھا خاصا تجربہ ہو چکا ہوتا ہے اس لئے دین دنیا کی مصلحت اور فائدہ اسی میں ہے کہ یہ کام خود کرنے کی بجائے اپنے والدین یا سرپرستوں کے واسطے سے کیا جائے، الّا یہ کہ کوئی عذر ہو تو خود بھی دوسرے شرعی اصولوں کا لحاظ کرتے ہوئے کرنے کی اجازت ہے۔

شاید انہی مقاصد کے لئے سورۂ نور کی مذکورہ آیت میں طرزِ خطاب ایسا رکھا گیا جس سے بے نکاح افراد کے سرپرست حضرات اپنی ذمہ داری محسوس کریں۔

(۲)......نکاح کا مقصد

دوسرا جملہ اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ ''اور نکاح کرو کیونکہ میں دوسری امتوں کے مقابلہ میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا'' اس جملے میں آپ ﷺ نے نکاح کرنے کا حکم بھی دیا اور نکاح کے اہم مقصد یعنی توالد وتناسل کی طرف بھی اشارہ فرمایا، جس سے معلوم ہوا کہ شریعت کا اصل مطالبہ انسان سے نکاح کرنے کا ہے نکاح نہ کرنا اور ویسے ہی مجرد اور خالی، چھڑے ہونے کی حالت میں زندگی گزارنا شرعاً نہ مطلوب ہے اور نہ یہ کوئی کمال اور خوبی کی بات ہے بلکہ کمال اور خوبی یہ ہے کہ انسان نکاح کرے اور نکاح کے نتیجے میں جو اضافی ذمہ داریاں اس کے کندھوں پر آئیں ان کو پورا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرے اور یہی انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام اور بزرگانِ دین کا طریقہ ہے، اگر نکاح نہ کرنا کمال اور خوبی کا کام ہوتا تو کم از کم حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام ضرور اس کمال اور خوبی کے کام کو اختیار فرماتے، حالانکہ حضور اقدس ﷺ جو تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں آپ نے متعدد نکاح کئے اور امت کو نکاح کرنے کی ترغیب اور نہ کرنے پر وعید ارشاد فرمائی۔

نیز اس جملے سے نکاح کے اہم مقصود کی طرف بھی رہنمائی ملتی ہے اس لئے کہ نکاح کا اہم مقصد نسلِ انسانی کا بقاء ہے، اسی وجہ سے ایک حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے ایسی عورت سے نکاح کرنے کا حکم دیا ہے جو اپنے خاوند سے محبت کرنے والی ہو اور زیادہ بچے پیدا کرنے والی ہو (مشکوٰۃ از ابوداؤد، نسائی)

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ رشتہ کے انتخاب کے وقت ایسی عورت کو ترجیح دینا چاہئے جس میں مذکورہ بالا دونوں صفات پائی جائیں کیونکہ جس عورت کے ہاں بچے تو بہت پیدا ہوتے ہوں مگر وہ اپنے

Idara Ghufran

شوہر سے محبت کم کرتی ہو تو اس صورت میں شوہر کو اس کی طرف رغبت کم ہوگی اور شاید زیادہ مدت تک یہ رشتہ بھی برقرار نہ رہے اور جو عورت شوہر سے محبت تو بہت کرے لیکن اس کے یہاں بچے زیادہ پیدا نہ ہوں تو اس صورت میں نکاح کا اہم مقصد حاصل نہیں ہوگا، جس لڑکی کے خاندان کی دیگر خواتین سے اولاد کا سلسلہ جاری رہنا مشاہدہ میں آرہا ہو یہ اس لڑکی کے اولاد کی ولادت کی صلاحیت پر علامت ہوگی۔

اس قسم کی احادیث اور ان قرآنی آیات سے جن میں بعض انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا اللہ تعالیٰ سے اولاد کے حصول کی دعائیں کرنا مذکور ہے۔ اولاد کا مطلوب اور پسندیدہ ہونا معلوم ہوتا ہے، اور یہی نکاح کا اہم مقصود ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آج کل عالمی سطح پر ذرائع ابلاغ اور میڈیا کے ذریعے خاندانی منصوبہ بندی کا جس انداز سے چرچا کیا جارہا ہے وہ اسلامی مزاج سے میل نہیں کھاتا، کیونکہ اسلام کا اصل مطالبہ نسلِ انسانی کو بڑھانے کا ہے، ہاں اگر انفرادی سطح پر کوئی فرد کسی شرعی عذر کی بنیاد پر شرعی حدود میں رہتے ہوئے عارضی طور پر حمل قرار نہ پانے کی کوئی جائز تدبیر اختیار کرے تو وہ اس عالمی سطح کی خاندانی منصوبہ بندی والی تحریک اور پروپیگنڈے سے بالکل علیحدہ چیز ہے۔ (جاری ہے......)

(متعلقہ صفحہ ۵۸ حقیقی ورسمی تصوف)

اور اس سلسلہ میں شیخِ کامل سے رسمی تعلق کافی نہیں بلکہ اس پر اعتقاد، اعتماد اور اپنے حالات کی اطلاع، پھر دی ہوئی تعلیمات کی اتباع کے ساتھ ساتھ مناسبت ضروری ہے، پھر ہر کسی کو شیخِ کامل سمجھنا صحیح نہیں بلکہ اس میں کئی چیزوں کا پایا جانا ضروری ہے، جن میں سب سے اہم چیز اتباعِ سنت اور اس فن سے واقفیت ہے۔

یہاں یہ بات ملحوظ رہنی چاہئے جو لوگ تصوف اور طریقت کے نام پر آج کل مختلف طریقوں سے اپنی دکانیں چمکا رہے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کے واضح ارشادات کی مخالفت کررہے ہیں یا انہوں نے چند رسمی چیزوں کا نام تصوف اور طریقت رکھ لیا ہے یا اسی قسم کی دوسری خرابیوں میں مبتلا ہیں اور انہوں نے اس راستہ میں مختلف بدعات شامل کرلی ہیں یا ذریعہ کو مقصود اور مقصود کو ذریعہ بنالیا ہے یا انہوں نے طریقت کو شریعت سے جدا کرکے شریعت کے احکام کی خلاف ورزی کررکھی ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس قسم کی خرابیوں کے مجموعہ کو ضرور غلط قرار دیا جائے گا۔ لیکن اس کی وجہ سے صحیح تصوف اور صحیح طریقت کا انکار کرنا درست نہیں اور جن محققین اہلِ علم نے تصوف کے بعض امور کا انکار کیا ہے اس سے اسی قسم کی خرابیوں کا انکار مراد ہے۔

مقالات و مضامین

مفتی محمد رضوان

"حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ (قسط ۲)

❀ ......حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ کو جب بھی تھانہ بھون خانقاہ میں آتے ہوئے دیکھا، ہمیشہ اپنے پیر و مرشد حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کے مزار پر حاضری دینے والا بھی پایا، عموماً حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ صبح فجر کی نماز کے بعد چند رفقاء کے ساتھ اپنے شیخ و مربی کے مزار پر حاضری دیا کرتے تھے، اور تھانہ بہون میں عام طور پر ایک یا اس سے زیادہ رات قیام بھی فرمایا کرتے تھے، جس سے آپ کی اپنے شیخ سے محبت و عقیدت اور تعلق کا اندازہ ہوتا تھا۔

❀ ......میرے والدین صاحبان سمیت چند رشتہ دار افراد حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سے بیعت تھے ،حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ اپنے مخصوص مریدین کی خواہش پر مختصر وقت کے لئے ان کے گھر پر بھی تشریف لے جایا کرتے تھے، لیکن کھانے پینے کے معاملے میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نہایت محتاط تھے، اگر کوئی خاص مرید دعوت کرتا تو حضرت شاہ صاحب کاروبار اور ذریعۂ آمدنی کے حلال ہونے کے بارے میں خوب اچھی طرح تحقیق فرمالیا کرتے تھے، تاہم حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ دعوتِ طعام وغیرہ کو اتنا پسند نہیں فرماتے تھے، جتنا کہ کسی کے ہاں بیان اور وعظ کی دعوت کو پسند فرماتے تھے، نیز حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ اپنے مخصوص مزاج کی وجہ سے بیک وقت کسی عام جگہ میں کھانے اور بیان دونوں کو ایک ساتھ جمع کرنے کو بھی پسند نہ فرماتے تھے، اور اس کی مختلف وجوہات بیان فرماتے تھے، مثلاً یہ کہ بیان کے بعد کھانا بیان کے بدلے اور عوض کے مشابہ ہوجاتا ہے، نیز اس رسم کی وجہ سے ایسے حضرات کے لئے کہ جو کھانے کی وسعت نہیں رکھتے، اپنے ہاں بیان کرانے سے محروم رہتے ہیں، اس کے علاوہ صاحبِ خانہ اور دیگر افراد کھانے کے انتظامات میں مشغول ہونے کے باعث بیان اور وعظ سے محروم رہتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

❀ ......ایک مرتبہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تھانہ بہون اپنے ایک مرید کے گھر تشریف لے گئے، جو میرے بھی بہت قریبی عزیز تھے، اور میں بھی اس موقع پر موجود تھا، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ اور دیگر حاضرین کی خدمت میں صاحبِ خانہ کی طرف سے روحِ افزا سے تیار کردہ مشروب نوش کرنے کے لئے پیش کیا گیا تو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے یہ کہہ کر عذر فرمادیا کہ وہ رنگ دار مشروب پینے سے اجتناب

کرتے ہیں، البتہ غیر رنگ دار مشروب ہوتو پھر پرہیز نہیں کرتے اور ساتھ ہی حاضرین سے فرمایا کہ بیشک آپ حضرات نوش فرمالیں، مسئلہ کی رو سے کوئی ناجائز بات نہیں، چنانچہ دیگر حاضرین نے وہ مشروب نوش فرمالیا، میں اس وقت قرآن مجید حفظ کرنے کا آغاز کرچکا تھا، اس لئے صاحبِ خانہ کی طرف سے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں فرمائش پیش کی گئی کہ وہ میرا قرآن مجید کا کچھ حصہ سُن کر اصلاح فرمائیں، چنانچہ حضرت شاہ صاحب کے حکم سے سورہ فاتحہ اور غالباً سورہ ''ناس'' بندہ نے ڈرتے ڈرتے تلاوت کی، اس وقت حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے بندہ کی تلاوت کے انداز اور لہجہ میں کچھ تصنع اور تکلف محسوس کیا، اس پر فرمایا کہ قرائت میں اصل چیز ہرحرف کی اپنے مخرج سے ادائیگی ہے، باقی آواز اور لہجہ سازی یہ بعد کی چیز ہے، آج کل قراء حضرات حروف کی مخرج سے ادائیگی کا تو اہتمام نہیں فرماتے لیکن ساری توجہ اور صلاحیت آواز سازی پر خرچ کرتے ہیں اور ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ وہ قاری عبد الباسط صاحب بن جائے، اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ آواز سازی کے بجائے حروف کی مخارج سے ادائیگی پر زور دیا جائے، رہا لہجہ اور آواز کی بناوٹ وہ خود بخود بلا تکلف ہر ایک کو اس کے بعد حاصل ہو جاتی ہے، اس میں تصنع مناسب نہیں۔ البتہ ساتھ ہی بندہ کی کچھ حوصلہ افزائی بھی فرمائی اور بطور انعام گلٹ کے ایک روپیہ کا نیا سکہ بھی عنایت فرمایا۔ اس مجلس سے رخصت ہوتے وقت جب حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ صاحبِ خانہ اور دیگر احباب کے ساتھ گھر سے باہر نکلنے والے دروازے کے قریب تشریف لائے تو دروازہ کے ساتھ جمع شُدہ کوڑا دیکھ کر اس پر گرفت فرمائی اور فرمایا کہ کوڑے کو اس طرح سے کُھلا رکھنا اور وہ بھی آمدورفت کے راستہ کے بالکل ساتھ، اسلامی آداب اور اس کے تقاضوں کے خلاف ہے، لہٰذا کوڑے کو کوڑے دان، کنستر یا کسی ڈبہ وغیرہ کے اندر ڈھک کر رکھنا چاہئے، صاحبِ خانہ نے آئندہ اس ہدایت کے مطابق عمل کرنے کا وعدہ کیا، اور حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ واپس خانقاہ تشریف لے گئے۔

❁ ...... حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ جب کبھی تھانہ بھون تشریف لاتے اور قیام کا ارادہ ہوتا تو مرد حضرات کے لئے بیانات کے علاوہ کم از کم ایک بیان خواتین کے لئے بھی مخصوص ہوا کرتا تھا، یہ بیان عموماً حضرت مولانا سید ظہورُ الحسن صاحب کسولوی رحمہ اللہ (مجازِ صحبت، حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ) کی قیام گاہ پر سہ دری یا صحن میں چارپائی پر تشریف فرما کر ہوا کرتا تھا اور خواتین باپردہ طریقہ پر اندر کمروں میں تشریف فرما ہوا کرتی تھیں، اس گھر میں جو کہ خانقاہ کے بہت قریب واقع ہے، بلکہ درمیان میں صرف ایک

گلی حائل ہے ایک بڑا ھال (کمرہ) بھی تھا جس کا راستہ بھی الگ سے باہر نکلتا تھا، خواتین کی آمد و رفت عموماً اسی راستہ سے ہوتی تھی، خواتین کے اس اجتماع میں قصبہ بھر کی خواتین کا بہت اہتمام کے ساتھ رجوع وہجوم ہوتا تھا (آج کل اس قیام گاہ میں مولانا سید نجم الحسن صاحب تھانوی زید مجدہٗ مہتمم: مدرسہ امدادُ العلوم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، وابنِ حضرت مولانا سید ظہورُ الحسن صاحب کسولوی رحمہ اللہ اور ان کے دیگر اہلِ خانہ مقیم ہیں یہ گھر حکیمُ الامت رحمہ اللہ کے زمانہ سے مدرسہ امدادالعلوم پر وقف ہے) حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ خواتین کے مجمع سے ان کی شان کے مطابق مضامین بیان فرماتے تھے، جس سے خواتین کو بہت نفع محسوس ہوتا تھا۔

❀ ......حضرت مولانا ابرارُ الحق صاحب رحمہ اللہ کو احیائے سنت کا بہت اہتمام تھا، خاص طور پر قرآن مجید کی تلاوت اور اذان واقامت اور نماز کے بارے میں سنن وآداب کی بہت تاکید فرمایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ جب حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے خانقاہ میں کچھ طلبہ کا قرآن مجید سُن کر جائزہ لیا، تو بعض مخارج پر سخت تنبیہ فرمائی اور تقریباً تمام طلبہ کے مخارج کی وہ بے اعتدالیاں اور غلطیاں یکساں تھیں، جس سے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اندازہ لگایا کہ یہ بے اعتدالیاں اور غلطیاں متعلقہ استاذ صاحب کی طرف سے منتقل ہورہی ہیں، اس لئے فی الفور موجودہ ومتعلقہ استاذ صاحب کو خلوت میں طلب فرما کر جائزہ لینے پر محسوس فرمایا کہ واقعی اصل اصلاح کی تو ان استاذ صاحب کو ضرورت ہے، اس لئے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اس موضوع پر مولانا سید نجم الحسن تھانوی صاحب زید مجدہٗ (مہتمم مدرسہ ھٰذا) کو متوجہ فرما کر ان کی اجازت سے مذکورہ استاذ صاحب کو مخارج کی اصلاح کے لئے ہردوئی شہر اپنے مدرسہ میں چند ماہ کے لئے طلب فرمایا، دراں حالیکہ مذکورہ استاذ صاحب کی اس وقت عمر تقریباً پینتالیس، پچاس سال ہوگی اور وہ مدرسہ میں مدتِ دراز سے تدریس فرما رہے تھے، چنانچہ مذکورہ استاذ صاحب چند ماہ ہردوئی حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے مدرسہ میں زیرِ تعلیم رہ کر واپس تشریف لائے اور اپنی تدریسی خدمات ازسرِ نو انجام دینا شروع کیں۔

❀ ......عموماً صوفیائے کرام اصلاحِ باطن کی طرف تو توجہ زیادہ فرماتے ہیں لیکن اصلاحِ ظاہر کی طرف توجہ کم فرماتے ہیں، مگر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ باوجود ایک عظیم صوفی اور حکیمُ الامت ومجددِ زمانہ کے خلیفہ ہونے کے اصلاحِ ظاہر کی طرف بھی برابر توجہ فرماتے تھے اور عموماً آیتِ قرآنی ''وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ'' وعظ میں تلاوت فرما کر اس پر بیان فرماتے تھے۔ (جاری ہے......)

مقالات و مضامین ترتیب: مفتی محمد رضوان

ماہِ رجب کے مختصر فضائل و منکرات

ماہِ رجب اسلامی سال کا ساتواں مہینہ ہے۔اس مہینہ کے بارے میں لوگوں میں کئی قسم کی باتیں مشہور ہیں ✪ خاص طور پر ۲۲ رجب کے کونڈوں کی وجہ سے اس مہینے کو زیادہ جانا پہچانا جاتا ہے ✪ اوراس مہینے کومعراج کا مہینہ بھی خیال کیا جاتا ہے،اسی وجہ سے اس مہینے کی ستائیسویں رات کومساجد وغیرہ میں لوگ جمع ہوکر مختلف قسم کے پروگرام اور جلسے،جلوس منعقد کرتے ہیں،اور حضورﷺ کومعراج عطا کئے جانے والی رات کے حالات وواقعات کے تذکرے کئے جاتے ہیں ✪ اس مہینے کی ستائیسویں تاریخ میں بعض لوگ روزہ رکھنے کا اہتمام کرتے ہیں اوراس تاریخ کے روزے کو ہزار روزوں کے برابر فضیلت والا سمجھتے ہیں اسی لئے اس روزہ کو ہزاری روزہ کا نام دیتے ہیں،لہٰذا مختصر اوراجمالی انداز میں ان چیزوں کا شرعی حکم معلوم کرنے کی ضرورت ہے،تاکہ حقیقی صورتِ حال سامنے آجائے،اورخرابیوں سے بچنا آسان ہوجائے۔

✪......ماہِ رجب کی فضیلت

بلاشبہ رجب کا مہینہ سال کے ان چار مہینوں میں سے ایک ہے جن کی فضیلت وعظمت قرآن مجید میں بیان فرمائی گئی ہے۔ارشاد ہے:''مِنۡهَاۤ اَرۡبَعَةٌ حُرُمٌ ''(سورہ توبہ آیت ۳۶ پارہ ۱۰)

وہ عظمت وفضیلت والے چار مہینے یہ ہیں (۱) ذوالقعدہ (۲) ذوالحجہ (۳) محرم (۴) رجب۔

ان چار مہینوں میں عبادت واطاعت اور نیک عمل کی بہت فضیلت ہے۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خاص طور پر رجب کی پہلی رات کی دعا کی قبولیت کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ کیا گیا ہے (بیہقی،عبدالرزاق)

✪......روزے

اس مہینے میں دوسری چیزوں سے خالی الذہن ہوکر حسبِ حیثیت بغیر کسی تاریخ کی تعیین کے جب اور جتنا موقع ملے،روزے رکھنا بھی جائز اور باعثِ فضیلت ہے،لیکن اس مہینے کی کسی خاص تاریخ کے روزے کو زیادہ باعثِ فضیلت سمجھ کر رکھنا درست نہیں (ملاحظہ ہو رجب کے فضائل واحکام)

......۲۷/رجب کا روزہ

بعض لوگ اس مہینے کی ستائیسویں تاریخ کا روزہ اس نظریہ کے ساتھ رکھتے ہیں کہ اس ایک روزہ سے ہزار روزوں کے برابر ثواب ملتا ہے اور اسی وجہ سے ستائیسویں رجب کے روزے کو ''ہزاری روزہ'' کا نام دیا ہوا ہے۔ یہ بات معتبر اور مستند احادیث سے ثابت نہیں۔

......۲۷/رجب اور معراج

ستائیسویں رجب کے بارے میں عوام میں یہ بات بھی کافی مشہور ہے کہ اس رات میں حضور ﷺ کی معراج شریف واقع ہوئی۔ حالانکہ شبِ معراج کی تاریخوں، مہینوں اور سالوں تک میں بھی روایات میں اختلاف پایا جاتا ہے، اس لئے متعین طور پر ستائیسویں رجب کو شبِ معراج سمجھ لینا درست نہیں (والتفصیل مذکور فی المطولات)

......۲۷/رجب کی بعض رسمیں

آج کل رجب کے مہینہ کی ستائیسویں شب میں مختلف مقامات پر جلسے کئے جاتے ہیں اور محفلیں سجائی جاتی ہیں اور ستائیسویں تاریخ کو دھوم دھام سے کھانے پکا کر تقسیم کئے جاتے ہیں، بعض لوگوں نے رجب کی ستائیسویں رات میں مخصوص طریقہ پر نمازیں پڑھنے کے طریقے بھی گھڑ کر لوگوں کے سامنے پیش کر دیئے ہیں، ان سب چیزوں کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

لہٰذا ستائیس رجب کو شبِ معراج سمجھ کر اور قرار دے کر اس میں کوئی تقریب کرنا یا اس رات میں دوسری راتوں کے مقابلہ میں عبادت کا خاص اہتمام کرنا یا ستائیس رجب کو صدقہ وخیرات اور کھانا وغیرہ تقسیم کرنے کی پابندی کرنا درست نہیں، گناہ ہے، اگر کسی کو عبادت، صدقہ وخیرات کرنے، یا معراج کے واقعات وغیرہ سننے سنانے کا شوق ہو تو یہ کام سال بھر میں کسی بھی دوسرے وقت کئے جاسکتے ہیں۔

......کیا رجب زکوٰۃ کا مہینہ ہے؟

بعض لوگ رجب کے مہینہ کو زکوٰۃ کا مہینہ سمجھتے ہیں، ان کا خیال یہ ہے کہ زکوٰۃ معراج کے موقع پر فرض کی گئی تھی اور معراج رجب کے مہینہ میں واقع ہوئی تھی لہٰذا اس اعتبار سے رجب کا مہینہ زکوٰۃ کا مہینہ ہوا۔ لیکن یہ بات پہلے گزر چکی کہ ماہِ رجب کے معراج کا مہینہ ہونا یقینی طور پر ثابت نہیں، لہٰذا اولاً تو اس مہینہ کو معراج کا مہینہ قرار دے دینا ہی غلط ہے، دوسرے اگر ثابت بھی ہو جائے کہ معراج اس مہینہ میں

ہوئی تھی تب بھی اس مہینہ کو زکوٰۃ ادا کرنے کے ساتھ خاص کر لینا غلط ہے، کیونکہ زکوٰۃ کے فرض ہونے کے احکام اپنی جگہ الگ حیثیت رکھتے ہیں، یہ بات ممکن ہے کہ ایک چیز کا حکم کسی وقت ہوا ہو اور اس چیز کی ادائیگی کا وقت کوئی دوسرا ہو، جیسا کہ نماز معراج کی رات میں فرض ہوئی مگر دن میں بھی پڑھنا فرض ہے اور ایک رات کی بجائے پورے سال پڑھی جاتی ہے۔ اسی طرح روزے اور حج وغیرہ کا معاملہ سمجھ لینا چاہئے۔ لہٰذا زکوٰۃ ہر شخص پر اپنے مالدار ہونے کے اعتبار سے الگ الگ اوقات میں فرض ہوتی ہے، سب لوگوں کا اپنے حق میں زکوٰۃ کو رجب کے مہینے کے ساتھ خاص کر لینا درست نہیں۔

✪......۲۲/رجب کے کونڈے

آج کل رجب کے مہینے میں جو کام سب سے زیادہ اہتمام کے ساتھ عبادت سمجھ کر کیا جاتا ہے وہ ۲۲/رجب کے کونڈے ہیں۔ ۲۲/رجب کے کونڈے عوام میں اتنے مشہور ہیں کہ ان کونڈوں کی وجہ سے ہی بے شمار عوام رجب کے مہینے کو جانتے پہچانتے ہیں اور کونڈوں کی فضیلت کے بارے میں طرح طرح کی منگھڑت روایات لوگوں میں مشہور کر دی گئی ہیں، اوپر سے کونڈوں کے طریقہ میں بھی مختلف قسم کی پابندیاں اور شرائط لگادی گئی ہیں۔ ۲۲/رجب کے کونڈے منانے کی یہ وجہ بیان کی جاتی ہے کہ حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ نے ان کو منانے کا حکم دیا تھا۔ حالانکہ حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ سے صحیح سند کے ساتھ مروجہ کونڈوں کا کوئی ثبوت نہیں ملتا بلکہ یہ حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ پر بہت بڑی تہمت ہے۔ مؤرخین کی تحقیق کے مطابق ۲۲/رجب عظیم صحابئ رسول "حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ" کی تاریخِ وفات ہے، ان کے ساتھ دشمنی اور عداوت رکھنے والے بعض لوگوں نے ان کی وفات پر خوشی منانے کے لئے کونڈوں کی رسم ایجاد کی تھی اور جب اس کی حقیقت لوگوں کو معلوم ہونا شروع ہوگئی تو انہوں نے خود ہی اس کو دوسروں سے چھپانے اور پوشیدہ رکھنے کے لئے یہ قید لگا دی کہ کونڈوں کو بالکل خفیہ انداز میں گھر کے اندر ہی اندر کرنا چاہئے، انہیں باہر نکالنے سے فائدہ ختم ہو جاتا ہے، اسی لئے اب کونڈوں کو گھروں کے اندر رکھ کر ہی خفیہ طریقہ پر انجام دیا جاتا ہے۔ یاد رکھئے! کہ ۲۲/رجب کی تاریخ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاریخِ وفات ہے اور اس تاریخ کا حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ سے کوئی بھی تعلق نہیں، لہٰذا رجب کے کونڈے منانا اور ان میں شرکت کرنا بڑا گناہ ہے غیر اللہ کو نفع ونقصان کا مالک سمجھ کر کھانا تیار کیا جائے تو یہ کھانا بھی حرام ہے (کفایت المفتی ج ۱ ص ۲۴۲، فتاویٰ محمودیہ ج ۱ ص ۲۲۰، احسن الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۶۸، خیر الفتاویٰ ج ۱ ص ۵۷۲ بتغیر)

بسلسلہ :تاریخی معلومات مولوی سعید افضل رمولوی طارق محمود

ماہِ جمادی الاخریٰ: پہلی صدی ہجری کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں

☐......**ماہِ جمادی الاخریٰ ۲ھ**: میں سریہ نخلہ پیش آیا (عہدِ نبوت ص۸۸) یہ سریہ (صحابۂ کرام کا جہادی لشکر) حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ''نخلہ'' سے گزرنے والے قریشی کفار کے تجارتی قافلہ کے تعاقب میں روانہ کیا گیا تھا، روانگی سے قبل آپ ﷺ نے عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو منزلِ مقصود نہیں بتلائی تھی بلکہ ایک گرامی نامہ سپرد کیا تھا اور فرمایا تھا کہ یہ تحریر دو دن کا سفر کر لینے کے بعد پڑھنا۔

چنانچہ حسبِ ارشاد دو دن کے سفر کے بعد گرامی نامہ پڑھا تو اس میں مذکورہ قافلہ کی گھات لگانے کا حکم تھا، عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سمیت اس قافلہ پر حملہ کیا اور چند قیدی اور مالِ غنیمت لے کر بعافیت حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے (غزواتُ النبی ص۲۹۷) حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی پھوپھی امیمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے تھے اور آپ علیہ السلام ان کے بہنوئی تھے (عہدِ نبوت ص۸۸، البدایہ والنہایہ ج۳ باب سریۃ عبداللہ بن جحش)

☐......**ماہِ جمادی الاخریٰ ۴ھ**: میں منافقین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان تراشا (تقویمِ تاریخی ص۱) غزوہ مریسیع سے واپسی پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک پڑاؤ کے دوران قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئیں، تو اپنی بہن اسماء رضی اللہ عنہا سے عاریۃً لیا ہوا ہار گم ہو گیا، تو تلاش میں دیر لگ گئی ادھر قافلہ روانہ ہو گیا، جو حضرات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ اور ھودج کو اُٹھانے پر مقرر تھے، انہیں معلوم نہیں تھا کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس ھودج میں موجود نہیں اور وہ پیچھے رہ گئیں ہیں۔ پیچھے سے آنے والے ایک صحابی کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قافلہ سے رہ جانے کا علم ہوا تو وہ آپ رضی اللہ عنہا کو بحفاظت ساتھ لے آئے۔ اس غزوہ میں منافقین کا سردار عبداللہ بن ابی سلول بھی مالِ غنیمت کے چکر میں شریک تھا، اسے بہانہ ہاتھ آ گیا اور اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عفت وعصمت کی شان میں چہ مگوئیاں شروع کر دیں، حتیٰ کہ منافقین نے اس جھوٹی بات کو اتنی ہوا دی کہ عام لوگوں تک بھی یہ بات پھیل گئی...... بالآخر چند روز بہت ہی پریشانی میں گزرے اور پھر اللہ جل شانہٗ نے براہِ راست قرآن مجید کی آیات اِنَّ الَّذِیْنَ جَاؤُوْا بِالْاِفْکِ تا وَاَرْجُلَھُمْ بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (سورۃ نور پارہ

۱۸) نازل فرمائیں، جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت اور پاکدامنی کا اعلان کیا تو دودھ کا دودھ پانی کا پانی واضح ہوگیا (سیرتِ عائشہ ص ۹۰ از سید سلیمان ندوی، البدایۃ والنھایۃ ج ۴ قصۃ الافک میں ۶ ھ میں اس کا وقوع پذیر ہونا بیان کیا گیا ہے)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۴ ھ**: میں تیمّم کا حکم نازل ہوا (تقویمِ تاریخی ص ۱) ایک اور سفر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے ہمرکاب تھیں، حضرت اسماء سے عاریۃً مانگا ہوا ہار اس سفر میں بھی ساتھ تھا، کہ اچانک ہار کا کنڈا ٹوٹا اور وہ گر کر گم ہوگیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فوراً حضور ﷺ کو اطلاع دی تو اس کی تلاش شروع ہوگی، اس تلاش کے دوران نمازِ فجر کا وقت قریب ہوگیا اور یہاں پانی بھی نہیں تھا، سب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بُرا بھلا کہنے لگے............سب پریشان تھے، آپ ﷺ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں سرِ مبارک رکھے آرام فرما رہے تھے، صبح کے قریب آنکھ کھلنے پر لوگوں کی پریشانی کا حال معلوم ہوا، اسی دوران آیت وَاِنْ کُنْتُمْ مَّرْضٰیٓ تا اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا نازل ہوئی، جس میں پانی نہ ہونے کی صورت میں تیمّم کر لینے کا حکم ہے (سورۃ النساء آیۃ ۷ سیرت عائشہ)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۵ ھ**: میں سریہ زید بن حارثہ پیش آیا، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا سریہ ایک سو بیس سواروں پر مشتمل تھا اور اس کو نجد کی طرف بھیجا گیا (عہدِ نبوت کے ماہ وسال ص ۹۲)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۶ ھ**: میں سریہ ابوبکر صدیق پیش آیا (عہدِ نبوت کے ماہ وسال ص ۹۵) یہ سریہ بنوفزارہ کی طرف وادی القریٰ بھیجا گیا، اس میں سو حضرات شامل تھے، بہت سے کافر قتل ہوئے اور کچھ گرفتار ہوئے (البدایہ والنہایہ ج ۴، سریہ ابی بکر الصدیق الی بنی فزارہ میں سن ۷ ھ درج ہے، اور مہینے کی صراحت نہیں)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۸ ھ**: میں سریہ عمرو بن العاص پیش آیا، یہ سریہ ذات السلاسل کی طرف بھیجا گیا، حضور ﷺ نے ان کو تین سو صحابہ کے ساتھ مشرکین کے قبائل قضاعۃ، عاملہ، لخم اور جذام کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا، مسلمان جہاد کے بعد صحیح وسالم واپس آئے (عہد نبوت کے ماہ وسال ص ۱۰۵)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۱۳ ھ**: میں خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا (تقویمِ تاریخی ص ۲) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے بعد مسلمانوں کے پہلے خلیفہ تھے، اس خلافت میں آپ رضی اللہ عنہ نے بعد والوں کے لئے خلافت میں اتباعِ نبوی کی مثال قائم کردی تھی، اس مثالی خلافت میں مدعیانِ نبوت، مرتدین ومنکرینِ زکوٰۃ کی سرکوبی اور قرآن مجید کی جمع وترتیب کے بعد ابھی فتوحات

کا سلسلہ شروع ہی ہوا تھا کہ پیامِ اجل آ پہنچا، ایک دن بخار ہوا تو مسلسل ۱۵ یوم تک شدت کے ساتھ رہا، اسی اثناء میں مسجد میں تشریف لانے سے بھی معذور ہو گئے، مرض بڑھ گیا، افاقہ کی امید نہ رہی تو صحابہ کرام رضوانُ اللہ علیہم اجمعین کو بلا اپنے بعد خلیفہ کا مشورہ کیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو منتخب فرما کر طے فرما دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو چند ایسی نصیحتیں ارشاد فرمائیں جو ان کی خلافت کے لئے دستورُ العمل ثابت ہوئیں (سیرُ الصحابہ ج ا خلفائے راشدین، البدایۃ والنھایۃ ج ۷ خلافتِ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۱۳ھ**: میں صحابیٔ رسول حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی (تقویمِ تاریخی ص ۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مکہ مکرمہ کا عامل بھی مقرر کیا تھا اور ۸ھ کے حج کے امیرِ حج بھی مقرر ہوئے تھے اس کے علاوہ چار پانچ سال تک مکہ کے امیر رہے، ۱۳ھ میں ۲۵ سال کی عمر میں وفات پائی، بعض روایات کے مطابق ۱۳ھ اور ۲۲ھ کے درمیان میں وفات پائی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی مکہ کے امیر رہے (صحابہ انسائیکلوپیڈیا ص ۶۴۲، الاصابہ ج ۴ حرف العین المھملۃ میں ان کی وفات خلافتِ عمر کے زمانہ ۲۲ھ میں لکھی ہے)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۱۷ھ**: میں مسجدِ نبوی کی توسیع ہوئی (تقویم تاریخی ص ۵) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ تقاضا کیا جانے لگا کہ مسجد تنگ اور چھوٹی ہے، اسے کشادہ اور وسیع کرنا چاہئے، چنانچہ آپ نے مسجد کے مغرب، شمال اور جنوب کی جانب توسیع کا پروگرام بنایا، لیکن مشرقی جانب امہاتُ المؤمنین کے حجروں کی وجہ سے اضافہ نہیں کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجدِ نبوی کو انہی بنیادوں پر استوار کیا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں تھیں، انہوں نے حسبِ سابق دیواریں کچی اینٹ اور چھت کھجور کی ٹہنیوں کی بنوائی لیکن ستون کھجور کے تنوں کے بجائے لکڑی کے بنوائے (تاریخِ مدینہ منورہ ص ۲۹۹)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۱۹ھ**: میں شام کا شہر قیساریہ فتح ہوا (تقویمِ تاریخی ص ۵) طاعونِ عمواس سے پہلے ہی تقریباً سارا شام تسخیر ہو چکا تھا، صرف قیساریہ جو گنجان آباد اور پُر رونق شہر تھا، باقی رہ گیا تھا، اس پر کئی مرتبہ فوج کشی ہوئی لیکن فتح نہیں ہو سکا، بالآخر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو فتح کیا، اس کے فتح کے بعد شام کے سارے علاقے مفتوح ہو گئے تھے (تاریخِ اسلام از معین الدین ندوی ج ا ص ۱۸۷)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۲۱ھ**: میں صحابیٔ رسول حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی (تقویمِ تاریخی ص ۶) حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعا فرمائی تھی، صلح حدیبیہ کے بعد اسلام قبول

کیا، جنگِ موتہ میں مسلمانوں کی تعداد تین ہزار تھی اور رومی ڈیڑھ لاکھ تھے، اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں اس دن نو تلواریں ٹوٹیں، اس بہادری کی وجہ سے حضور ﷺ نے نہیں ''سیف اللہ'' کا خطاب دیا تھا، تبوک، مرتدّین کے خلاف، ذات السلاسل، ملک فارس کی جنگوں اور جنگِ یرموک سمیت کئی معرکوں میں بہادری کے جوہر دکھائے، ساٹھ سال کی عمر میں مدینہ یا حمص میں وفات پائی، انہوں نے عقیدت و برکت کی خاطر حضور ﷺ کے بال مبارک اپنی ٹوپی میں سلوا لئے تھے، اور اسی ٹوپی کو پہن کر لڑائی میں حصہ لیتے تھے (صحابہ انسائیکلوپیڈیا ص ۷۵۳، البدایہ والنہایہ ج ۷ ذکر من توفی احد وعشرین خالد بن ولید، الاصابہ ج ۲، حرف الخاء المعجمۃ، الخاء بعدہا الالف)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۴۷ھ**: میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے ڈاک کا محکمہ قائم کیا (تقویمِ تاریخی ص ۱۲) ان سے پہلے سرکاری ڈاک اور خبر رسانی کا کوئی محکمہ نہیں تھا، انہوں نے ''برید'' کے نام سے اس کا مستقل نام رکھا، اس کا نظام یہ تھا کہ ملک بھر میں تھوڑی تھوڑی مسافت پر تیز رفتار گھوڑے ہر وقت تیار رہتے تھے، سرکاری ملازم انہیں بدلتے ہوئے ایک مقام کی خبریں دوسرے مقام پر لاتے اور لے جاتے تھے (تاریخِ اسلام ج ۱ ص ۳۷۹ از مولانا شاہ معین الدین ندوی)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۵۰ھ**: میں صحابیٔ رسول حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی فات ہوئی (تقویمِ تاریخی ص ۱۳) آپ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے، غزوۂ تبوک میں شرکت فرمائی اور کابل کی فتوحات میں بھی شریک رہے، اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں سجستان کے والی بنا دیئے گئے تھے، لیکن تین سال کے بعد ۴۶ھ میں زیاد نے انہیں معزول کر دیا تھا، معزولی کے بعد سجستان ہی میں رہائش اختیار کی اور یہیں وفات ہوئی (سیر الصحابہ ج ۷ ص ۱۴۵، الاصابہ ج ۴ حرف العین المہملہ، العین بعدہا الباء)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۵۵ھ**: میں صحابیٔ رسول حضرت ارقم بن ابی الارقم رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی (تقویمِ تاریخی ص ۱۴) نبوت کے ابتدائی تین سالوں میں اسلام قبول کیا، اُن کے مکان کو یہ شرف حاصل تھا جب مشرکین نے مسلمانوں پر ظلم و ستم شروع کیا تو انہوں نے حضور ﷺ کو پناہ کے لئے اپنے گھر کی پیشکش کی اس طرح اُن کا گھر اسلام کا پہلا گھر اور مسلمانوں کی پہلی پناہ گاہ بنا، آپ کو مدینہ کی طرف ہجرت کا شرف بھی حاصل ہے، بدر، احد، احزاب، خیبر اور حنین کے علاوہ کئی دوسرے غزوات اور سرایا میں شرکت فرمائی، ۸۳ یا ۸۵ سال کی عمر میں وفات ہوئی (صحابہ انسائیکلوپیڈیا ص ۶۸۸، البدایہ والنہایہ ج ۸، ذکر من توفی من الاعیان فی ہذہ السنۃ ارقم بن ابی

الارقم، الاصابہ ج احرف الالف، الالف بعد ہا راء)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۵۸ھ:** میں صحابیٔ رسول حضرت عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی (تقویم تاریخی ص ۵۸) آپ حضور ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بیٹے اور مفسرِ قرآن حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے، ۳۵ھ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں یمن کا والی مقرر کیا، ۳۶، ۳۷ھ میں امیرِ حج بنائے گئے، نہایت سخی اور رحم دل تھے (صحابہ انسائیکلو پیڈیا ص ۳۰۲، الاصابہ ج ۴، حرف العین المہملہ، العین بعد ہا الباء)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۷۳ھ:** میں حضرت اسماء بنتِ ابوبکر رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی (تقویمِ تاریخی ص ۱۹) آپ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں، اپنے شوہر کی طرح قبولیتِ اسلام میں سبقت کی، حضور ﷺ نے ان کو ''ذات النطاقین'' کا لقب دیا تھا، اس کی وجہ یہ ہوئی کہ حضور ﷺ جب ہجرت فرما رہے تھے تو انہوں نے کمر پر لپیٹنے والے کپڑے کو پھاڑ کر اس سے ناشتہ دان باندھا تھا، سو سال کی عمر میں انتقال ہوا (سیر الصحابیات ص ۱۵۱، البدایہ ج ۸، ثم دخلت سنۃ ثلاث سبعین، اسماء بنت ابی بکر)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۸۱ھ:** میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی (تقویمِ تاریخی ص ۲۰) اہلِ سنت کے چار فقہی مسلکوں میں پہلا فقہی مسلک آپ کی طرف منسوب ہے، ابتداء میں آپ کا مسلک عراق کے مختلف شہروں میں پھیلا، پھر دنیا کے دور دراز ملکوں میں اس کی اشاعت ہوئی اور تھوڑے ہی عرصہ میں بغداد، شام، مصر، روم، بلخ، بخارا، فرغانہ، فارس، ہندوستان، سندھ اور یمن وغیرہ کی حدود و اطراف میں پھیل گیا، آج بھی دنیا کے اکثر حصہ میں حنفی مسلک ہی رائج ہے، آپ نے صحابۂ کرام کا زمانہ بھی پایا، اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زیارت بھی کی ہے، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ آپ نے سات صحابۂ کرام کی زیارت کی ہے، امام صاحب کو اپنے زمانے کے حکمرانوں سے بڑی تکالیف اٹھانا پڑی تھیں، عراق کے اموی امیر ابن ھبیرہ نے آپ کو قاضی کا عہدہ پیش کیا، آپ کے انکار پر آپ کو روزانہ دس کوڑے لگائے جاتے تھے، یہاں تک کہ کل ۱۱۰ کوڑے مارے گئے، اس کے بعد عباسی دور میں بھی آپ کو قاضی کا عہدہ پیش کیا گیا، انکار پر آپ کو قید کر کے زہر دے دیا گیا، اسی زہر کی وجہ سے جیل میں وفات ہوئی، پچاس ہزار سے زائد افراد نے آپ کا جنازہ پڑھا اور مشرقی بغداد میں دفن ہوئے (البدایہ والنہایہ ج ۱۰، ذکر ترجمۃ ابی ابوحنیفہ، سیرت ائمہ اربعہ)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۱۰۸ھ:** میں حضرت عکرمہ مولیٰ ابن عباس رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تقویمِ تاریخی

ص۲۱) حضرت عکرمہ نسلاً بربری تھے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے غلام تھے، اور ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی توجہ اور تعلیم سے ان کی زندگی ہی میں بڑے مفسر بن گئے تھے، حدیث وفقہ کے ساتھ ساتھ ان کو تاریخ میں بھی بڑا مقام حاصل تھا، اور مغازی کے ممتاز عالم تھے (سیر الصحابہ ج ۷ ص ۳۱۴، میں سنِ وفات ۱۰۶، یا ۱۰۷ لکھا ہے)

□......**ماہِ جمادی الاخریٰ ۸۳ھ**: میں ''دیر جماجم'' کا واقعہ پیش آیا (تقویمِ تاریخی ص ۲۱) یہ حجاج کے تسلط اور امارت کے زمانے میں عراق کے مسلمانوں کی خانہ جنگی اور حجاج سے بغاوت اور اس کے خلاف خروج کا نہایت افسوس ناک واقعہ ہے، عبد الرحمٰن بن اشعث نے کوفہ پر غلبہ حاصل کر کے اپنی امارت قائم کر لی، اس کے ساتھ ایک لاکھ سے زیادہ لشکر فراہم ہو گیا تھا، حجاج فوج لے کر مقابلہ پر آیا، مقامِ دیر جماجم میں ایک عرصہ تک ان میں گھمسان کے معرکے ہوتے رہے، جن میں بکثرت مسلمان دونوں جانب سے کام آئے، بڑے بڑے علماء، فضلاء اور قیمتی جانیں اس خانہ جنگی میں ضائع ہوئیں، اس واقعہ نے مرکزِ خلافت کو ہلا کر رکھ دیا تھا، خلیفۂ وقت ولید بن عبد الملک نے گھٹنے ٹیک کر حجاج کو معزول کرنے کی پیشکش بھی صلح کے لئے کر دی تھی، جو ابنِ اشعث کے لوگوں نے قبول نہ کی، اس طرح خون ریزی جاری رہی، تا آنکہ ایک فریق دوسرے پر غالب آ گیا (البدیہ والنہایہ ج ۹ ثم دخلت سنۃ ثنتین وثمانین، وقعۃ دیر الجماجم)

□......**ماہِ جمادی الاخریٰ ۹۲ھ**: میں محمد بن قاسم رحمہ اللہ سندھ میں آئے (تقویمِ تاریخی ص ۲۳) مسلمانوں کے تجارتی قافلے اسلامی ممالک میں بلکہ دور دراز ملکوں میں بھی تجارت کے لئے جاتے تھے، لنکا کے علاقے میں بھی ان کی تجارت ہوتی تھی، اتفاق سے ایک تاجر کا وہاں انتقال ہوا، تو لنکا کے راجہ نے اس کے بیوی بچوں کو بحری جہاز میں خلیفہ ولید بن عبد الملک کے پاس روانہ کیا، اس میں کچھ حاجی بھی تھے، یہ جہاز جب سندھ کی مشہور بندرگاہ ''دیبل'' کے قریب پہنچا، تو بحری قزاقوں نے جو کہ سندھی تھے اس کو لوٹ لیا، ان قیدیوں میں قبیلہ ''یربوع'' کی ایک عورت نے بے اختیار صدا لگائی ''فریادا ے حجاج'' جب اس کی خبر عراق کے والی حجاج بن یوسف کو ہوئی تو وہ غصہ کے مارے بے تاب ہو گیا اور انتہائی جوش میں کہہ اٹھا ''ہاں میں آیا'' اس واقعہ اور کچھ مزید واقعات کی وجہ سے اس نے سندھ پر فوج کشی کا اردہ کر لیا، اور اپنے چچا کے بیٹے محمد بن قاسم کو ایک لشکر دے کر سندھ کی طرف روانہ کیا (تاریخ سندھ ص ۴۲) ''سندھ کے تفصیلی حالات کے لئے ماہنامہ ''التبلیغ'' کے اسی شمارے کا مضمون ''ہندوستان کا اسلامی عہد'' ملاحظہ فرمائیں''

□......**ماہِ جمادی الاخریٰ ۹۴ھ**: میں حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تقویمِ تاریخی

ص۲۴) آپ بڑے جلیل القدر تابعی تھے، اوران حضرات میں آپ کا شمار ہوتا تھا جو اپنے علم وعمل کے اعتبار سے ساری دنیائے اسلام کے امام اور مقتدیٰ مانے جاتے تھے، اموی خلفاء کے ہاتھوں آپ نے بہت زیادہ تکالیف اٹھائیں، جیلوں میں گئے، کوڑے کھائے۔ تفسیر وحدیث میں ان کو بڑا مقام حاصل تھا، نماز باجماعت کا اتنا اہتمام تھا کہ چالیس سال اور ایک روایت کے مطابق پچاس سال تک ایک وقت بھی نماز باجماعت ناغہ نہ ہوئی، ۷۵ سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی (سیر الصحابہ ج ۷ ص ۱۷۵، البدایہ والنہایہ ج ۹ ثم دخلت سنۃ اربع وتسعین، سعید بن المسیب)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۹۶ھ:** میں خلیفہ ولید بن عبدالملک کی وفات ہوئی (تقویمِ تاریخی ص ۲۴) ان کا تعلق بنوامیہ سے تھا، مدتِ خلافت نو سال اور چند مہینے رہی، ولید کا دور فتوحات کی کثرت، دولت کی فراوانی، امن وامان اور دوسرے ملکی وتمدنی ترقیوں کے لحاظ سے بنوامیہ کا زریں دور شمار ہوتا ہے، باختلافِ روایات ۴۲ یا ۴۶ سال کی عمر میں انتقال ہوا، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی (تاریخِ اسلام ج ۱ ص ۴۸۷ از مولانا معین الدین ندوی، البدایہ والنہایہ ج ۹ ثم دخلت سنۃ ست وتسعین، ترجمۃ الولید بن عبدالملک)

□...... **ماہِ جمادی الاخریٰ ۹۶ھ:** میں سلیمان بن عبدالملک کو خلیفہ بنایا گیا (تقویمِ تاریخی ص ۲۴) سلیمان ولید کا حقیقی بھائی تھا، خود اِن کے باپ عبدالملک نے اسے ولید کے بعد ولی عہد بنادیا تھا، سلیمان فطرتاً نیک آدمی تھا، اور حضرت عمر بن عبدالعزیز اس کے مشیر تھے، اس لئے ان کی صحبت نے اسے اور سنوار دیا، اس لئے بعض حیثیتوں سے اپنے پیشروؤں سے زیادہ بہتر حکمران ثابت ہوا، اور اس کی تخت نشینی کے ساتھ ہی اموی حکومت کی سیاست بدل گئی (تاریخِ اسلام ج ۱ ص ۴۹۹ از مولانا معین الدین، البدایہ والنہایہ ج ۹ ثم دخلت سنۃ ست وتسعین، خلافۃ سلیمان بن عبدالملک)

بسلسلہ: تاریخی معلومات

مولوی طارق محمود

ماہِ رجب: دوسری صدی ہجری کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں

□...... **ماہِ رجب ۱۰۱ھ**: میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی وفات کے بعد یزید بن عبدالملک بن مروان خلیفہ بنا، یزید بن عبدالملک خلافت سے پہلے علماء کے ساتھ بہت بیٹھا کرتا تھا، جب اس کو خلیفہ بنایا گیا تو اس نے پختہ ارادہ کیا کہ وہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے نقشِ قدم پر چلے گا، لیکن اس کے برے ہم نشینوں نے اس کو برائیوں کی ترغیب دی اور اس کو ظلم کرنے پر اکسایا، یزید بن عبدالملک کی خلافت چار سال اور ایک ماہ رہی، شعبان ۱۰۵ھ میں اس کی وفات ہوئی (البدایہ والنہایہ ج۹ خلافۃ یزید بن عبدالملک)

□...... **ماہِ رجب ۱۱۰ھ**: میں حضرت حسن بن ابی الحسن رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کی والدہ ''خیرہ'' ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی باندی تھیں، اور ان کی خدمت کیا کرتی تھیں، جب آپ چھوٹے تھے اور ماں کا دودھ پیتے تھے، اس دوران آپ کی والدہ کو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کسی کام سے بھیجتی تھیں تو آپ کو اپنے سینے سے لگا لیتی تھیں، اور آپ کے منہ میں ان کا دودھ بھی چلا جاتا، کہا جاتا ہے کہ آپ کو جو علم وحکمت عطا ہوا تھا وہ اسی دودھ پینے کی برکت تھی، آپ علم وعمل کے جامع تھے اور بہت بڑے فقیہ اور محدث تھے ۸۸ سال کی عمر میں وفات ہوئی (البدایہ والنہایہ ج۹، فاما الحسن بن ابی الحسن)

□...... **ماہِ رجب ۱۳۳ھ**: میں رومیوں نے ایشیائے کوچک کے شہر ''ملیطہ'' پر قبضہ کرلیا (تقویمِ تاریخی ص۳۲) عباسی خلافت کی بدنظمی سے فائدہ اٹھا کر قیصرِ روم نے ایشیائے کوچک کے سرحدی شہر ''کمخ'' پر حملہ کردیا یہاں کے باشندوں نے ملیطہ کے مسلمانوں کی مدد سے مقابلہ کیا، لیکن ان کو شکست ہوئی ''کمخ'' کے بعد رومیوں نے ملیطہ کو گھیر لیا، اور مسلمانوں کو پیغام بھیجا کہ وہ شہر ان کے حوالے کرکے ملیطہ سے نکل جائیں ان کو کچھ نہیں کہا جائے گا، مسلمانوں نے اس سے انکار کیا، رومیوں نے ان کا محاصرہ اور سخت کرلیا، مسلمانوں میں ان کے مقابلے کی اتنی تاب نہ تھی، اس لئے انہوں نے مجبور ہوکر ملیطہ چھوڑ دیا اور جزیرہ چلے گئے، شہر خالی ہونے پر رومیوں نے اس کو بالکل ویران کردیا، اور یہاں جتنے مسلمان تھے ان کو قتل اور ان کی عورتوں کو قید کرلیا (ابن اثیر ج۵ ص۱۶۷ بحوالہ تاریخ اسلام ج۳ ص۱۴۱ از مولانا شاہ معین الدین صاحب)

□...... **ماہِ رجب ۱۴۱ھ**: میں بغداد شہر کی بنیاد رکھی گئی (تقویمِ تاریخی ص۳۶) عباسی خلیفہ منصور نے اپنے

زمانہ میں حکومت کے استحکام کے علاوہ اور بھی بہت سے کارنامے انجام دیئے ،اس کا ایک بڑا کارنامہ بغداد کی تعمیر ہے ،منصور نے سلطنت کے نظام میں وسعت اور ترقی کی وجہ سے بغداد کو آباد کرکے اس کو دارالخلافہ بنایا،اس کی تعمیر کے لئے منصور نے بڑا اہتمام کیا،مختلف مقاموں کی آب وہوااور مٹی کا جائزہ لینے کے بعد بابل ونینوا کے ایک خوشگواراور سرسبز وشاداب قطعہ جس کو دریائے دجلہ سیراب کرتا تھامنتخب کیا،اور ماہرترین انجینئروں نے اس کا نقشہ بنایااور اس کی تعمیر کے لئے دنیا کے مختلف حصوں سے معمار،سنگتراش،نجاراور نقاش وغیرہ ہرقسم کے کاریگر جمع کئے،اورجن ملکوں میں جوتعمیر کا سامان مل سکتا تھا اس کوفراہم کیا(تاریخ اسلام ج ۳ص ۱۸۰ازمولانا شاہ معین الدین ندوی)''بغداد شہر کی مفصّل تاریخ ماہنامہ التبلیغ جلد 1 شمارہ ۹،۱۱، ۱۲اور جلد 2 شمارہ نمبر ۱میں ذکر کی جا چکی ہے''

□......**ماہِ رجب ۱۴۸ھ**: میں امام جعفر صادق رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(تقویمِ تاریخی ص ۳۷)آپ کی پیدائش ۸۰ ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی،آپ کی کنیت ابومحمد ہے،آپ کا شمار تابعین میں ہوتا ہے،کئی روایات بھی آپ سے مروی ہیں،فضل وکمال کے لحاظ سے آپ اپنے وقت کے امام ہیں،امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جیسے حضرات آپ کے شاگرد ہیں،ہمیشہ پاکی کی حالت میں حدیث بیان کرتے تھے،بڑے بڑے جابر حکمرانوں کے سامنے بھی حق بات کہنے سے نہیں چوکتے،ایک مرتبہ خلیفہ منصور کے اوپر ایک مرتبہ ایک مکھی بیٹھی وہ اس کو اڑاتا وہ پھر آ بیٹھتی،یہاں تک کہ منصور عاجز آ گیا،اتنے میں آپ تشریف لائے، منصور نے کیا اے ابوعبداللہ مکھی کس لئے پیدا کی گئی ہے؟فرمایا!متکبرین کو ذلیل کرنے کے لئے(البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ثم دخلت سنۃ ثمان واربعین ومائۃ،سیرالصحابہ ج ۷ص ۸۸)

□......**ماہِ رجب ۱۵۰ھ**: میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(تقویمِ تاریخی ص ۳۸)اہلِ سنت کے چار فقہی مسلکوں میں پہلا فقہی مسلک آپ کی طرف منسوب ہے،ابتداء میں آپ کا مسلک عراق کے مختلف شہروں میں پھیلا،پھر دنیا کے دوردراز ملکوں میں اس کی اشاعت ہوئی اورتھوڑے ہی عرصہ میں بغداد، شام،مصر،روم،بلخ،بخارا،فرغانہ،فارس،ہندوستان،سندھ اوریمن وغیرہ کی حدود واطراف میں پھیل گیا، آج بھی دنیا کے اکثر حصہ میں حنفی مسلک ہی رائج ہے،آپ نے صحابۂ کرام کا زمانہ بھی پایا،اورحضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زیارت بھی کی ہے،بعض حضرات فرماتے ہیں کہ آپ نے سات صحابۂ کرام کی زیارت کی ہے،امام صاحب کو اپنے زمانے کے حکمرانوں سے بڑی تکالیف اٹھانا پڑی تھیں،عراق کے

Idara Ghufran

اموی امیر ابنِ ھبیرہ نے آپ کو قاضی کا عہدہ پیش کیا، آپ کے انکار پر آپ کو روزانہ دس کوڑے لگائے جاتے تھے، یہاں تک کہ کل ۱۱۰ کوڑے مارے گئے، اس کے بعد عباسی دور میں بھی آپ کو قاضی کا عہدہ پیش کیا گیا، انکار پر آپ کو قید کر کے زہر دے دیا گیا، اسی زہر کی وجہ سے جیل میں وفات ہوئی، پچاس ہزار سے زائد افراد نے آپ کا جنازہ پڑھا اور مشرقی بغداد میں دفن ہوئے (البدایہ والنہایہ ج ۱۰، ذکر ترجمۃ ابی ابوحنیفہ، سیرت ائمہ اربعہ)

□...... **ماہِ رجب ۱۵۱ھ:** میں حکیم مقنع نے آگ میں کود کر خود کشی کی (تقویمِ تاریخی ص ۴۰) یہ اصل میں ماوراءالنہر کے علاقے ''مرو'' کا باشندہ تھا، اس نے سونے کا ایک چہرہ بنا کر اپنے چہرہ پر لگا لیا، اور خدائی کا دعویٰ کر دیا، اس کا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کر کے خود ان کے جسم میں حلول کیا، اس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام اور پھر ابو مسلم اور ابو ھاشم میں، اس کا کہنا تھا کہ میرے اندر خدا کی روح ہے، عباسی خلیفہ مہدی نے اس کی سرکوبی کے لئے لشکر بھیجے، بالآخر مقنع کا قلعہ بسام میں محاصرہ کر لیا گیا، اس کے تیس ہزار متبعین نے مسلمانوں سے امان طلب کی اور قلعہ سے باہر نکل آئے، اس کے ساتھ صرف دو ہزار افراد رہ گئے، آخر کار جب مقنع کو اپنی ناکامی کا یقین ہو گیا تو اس نے آگ جلا کر اپنے تمام اہل وعیال کو اس میں دھکا دے دیا پھر خود بھی آگ میں کود کر جل مرا، مسلمانوں نے قلعہ میں داخل ہو کر مقنع کی لاش آگ سے نکالی اور اس کا سر خلیفہ مہدی کے پاس روانہ کیا (تاریخ اسلام حصہ دوم ص ۳۱۴ از مولانا اکبر شاہ خان صاحب)

□...... **ماہِ رجب ۱۵۱ھ:** میں حضرت عبداللہ بن عون رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تقویمِ تاریخی ص ۳۸) آپ سے کئی احادیث مروی ہیں (البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ابناء الرصافہ)

□...... **ماہِ رجب ۱۶۲ھ:** میں حضرت ابراھیم بن ادھم رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تقویمِ تاریخی ص ۴۱) آپ ابتداء میں ''بلخ'' کے حکمران تھے، بعض غیبی واقعات (جس کی تفصیل کا موقع نہیں) کی وجہ سے آپ نے سلطنت چھوڑ کر فقیری اختیار کی، اور بزرگیت کے اعلیٰ مقام پر پہنچ گئے، اور مختلف مقامات سے ہوتے ہوئے آخر کار مکہ مکرمہ میں مقیم ہو گئے، آپ کے انتقال کے بعد آپ کے مزار کا پتہ نہیں چل سکا، کہ آپ کا مزار کہاں ہے؟ کیونکہ آپ انتقال سے کچھ عرصہ پہلے لاپتہ ہو گئے تھے، بعض حضرات کے خیال میں آپ کا مزار بغداد میں ہے واللہ اعلم (البدایہ والنہایہ ج ۱۰، ابراھیم بن ادھم، تذکرہ اولیاء ص ۶۰)

□......**ماہِ رجب ۱۶۴ھ**: میں مشہور راوی عبدالعزیز بن الماجشون رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تقویم تاریخی ص۴۱) آپ سے بکثرت روایات مروی ہیں، اور فنِ روایتِ حدیث میں آپ ایک جانی پہچانی شخصیت ہیں (البدایہ والنہایہ ج۱۰، ثم دخلت ستہ اربع وستین ومائۃ)

□......**ماہِ رجب ۱۰۸ھ**: میں حضرت بکر بن عبداللہ المزنی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تقویمِ تاریخی ص۲۷) آپ بہت علم والے اور عابد و زاہد تھے، آپ صحابہ اور تابعین سے بکثرت روایت کیا کرتے تھے، آپ بہت کم کلام فرماتے تھے لیکن جب کلام فرماتے تو بہت اچھا کلام ہوتا (البدایہ والنہایہ ج۹، ثم دخلت ستہ ثمان ومائۃ)

□......**ماہِ رجب ۱۸۳ھ**: میں حضرت امام موسیٰ کاظم رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تقویمِ تاریخی ص۴۹) آپ حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ کے صاحبزادے تھے، اپنے زمانے میں مسلمانوں کے امام تھے، علمِ حدیث میں بلند مقام رکھتے تھے، امام ترمذی اور امام ابنِ ماجہ نے آپ کی احادیث روایت کی ہیں، آپ مدینہ منورہ میں مقیم تھے، خلیفۂ وقت مہدی نے حکومت کے خلاف بغاوت کی غلط فہمی کی وجہ سے آپ کو گرفتار کرلیا تھا، لیکن خواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے سامنے یہ آیت پڑھی:

''فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ'' (سورہ محمد)

یعنی ''تو کیا تم سے یہی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد مچاؤ اور رشتہ داریاں کاٹ ڈالو''، مہدی کی آنکھ کھلی تو ابھی رات باقی تھی اس نے صبح کا انتظار بھی نہیں کیا اور امام موسیٰ کاظم رحمہ اللہ کو بلا کر آپ سے حکومت کے خلاف بغاوت نہ کرنے کا وعدہ لے کر رہا کردیا، لیکن بعد میں جب ہارون الرشید خلیفہ بنا تو اس نے بھی شاید اسی قسم کی غلط فہمی کی وجہ سے آپ کو قید کردیا، اور اسی قید کے دوران آپ کی وفات ہوگئی (سیر الصحابہ ج۹ ص۳۵۸)

□......**ماہِ رجب ۱۹۸ھ**: میں محدث حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تقویمِ تاریخی ص۵۰) آپ کی ولادت ۱۰۷ھ ہوئی، آپ کے خاندان کا تعلق کوفہ سے تھا، آپ سے بکثرت احادیث مروی ہیں، احادیث میں آپ کو ثقہ کا مقام حاصل تھا، اور آپ کو دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا تھا، ۹۱ سال کی عمر میں وفات ہوئی اور ''حجون'' کے مقام پر دفن ہوئے (طبقات ابن سعد مترجم ج۳ ص۴۰۹)

بسلسلہ : نبیوں کے سچے قصے

مفتی محمد امجد

حضرت صالح علیہ السلام اور قومِ ثمود (قسط ۵)

ناقة الله (اللہ کی اونٹنی) کے قتل کا منصوبہ

ویسے تو ''نـــاقة الله '' کو جان سے مارنے کے جرم میں پوری کا فر قوم دامے، درمے، سخنے، قدمے درجہ بدرجہ شریک تھی لیکن قتل کا با قاعدہ حتمی منصوبہ بنانے میں قوم ثمود کی دوسر برآوردہ عورتیں ملوث تھیں اور پھر اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کا منحوس اقدام قوم کے دو شقی القلب نوجوانوں کے حصے میں آیا، روح المعانی (ج ۵، از ص ۱۶۵) کی بیان کردہ تفصیل کے مطابق اس کا قصہ مختصرا یوں ہے کہ اس قوم میں دو مالدار عورتیں تھیں جن کے بہت زیادہ مویشی اور ڈھور ڈنگر تھے، پانی کی باری مقرر کرنے اور ''ناقة الله '' کا گھاس چارے کے لئے مرغزاروں اور سبزہ زاروں میں کھلا پھرنے کا سب سے زیادہ صدمہ انہی کو تھا، کیونکہ ''نـــاقة الله '' جس قسم کا ڈھیل ڈھول رکھتی تھی اور معجزانہ قد وقامت کی حامل تھی اس کی وجہ سے تمام مویشی اس سے خوف اور ہیبت کھاتے تھے اور وہ جدھر کا رُخ کرتی تمام جانور اسے دیکھتے ہی بھاگتے، بدکتے نظر آتے تھے، اپنے مویشیوں کی یہ پریشانی ان دونوں عورتوں کو ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی، ایک عورت ان میں عنیزہ بنت غنم تھی جو ام غنم کی کنیت سے مشہور تھی، یہ خود تو بوڑھی تھی لیکن اس کی کئی جوان بیٹیاں حسن و جمال میں شہرہ رکھتی تھیں، دوسری عورت صدوق بنت مختار نامی تھی، یہ مالدار ہونے کے ساتھ ساتھ بذاتِ خود دولتِ حسن سے بھی مالا مال تھی، اور حضرت صالح علیہ السلام جیسے مصلحِ قوم کے بغض وعداوت میں قوم کی یہ بدبخت حسینہ سب سے دو ہاتھ آگے تھی۔

ایک عرصہ تک تو یہ دونوں صنف نازک خواتین ''نـــاقة الله '' کے مزعومہ ضرر سے اندر ہی اندر جلتی بھنتی اور کڑھتی رہیں لیکن آخر کار بغض وعداوت کا یہ لاوا یک کر ابل پڑا اور یوں پھٹ بہا کہ حسینۂ وقت صدوق جس کا اسم خلافِ مسمّٰی اور صورت مخالفِ سیرت تھی جس کے نمونے نقش ونگار لئے ہوئے زہریلے سانپوں کی صورت میں دیکھنے والوں نے دیکھے ہوں گے، اس نے حبابؔ نامی ایک جوان کو ''نـــاقة الله '' کے قتل پر ابھارا اور اس صلہ میں اپنا نفس اس پر پیش کرنے کا عہد کیا لیکن شاباش حباب کی جوانی پر! کہ فتنۂ حسن اس کو

نہ بہکا سکا، اور اس نے اس خطرناک گھاٹی میں پاؤں دھرنے سے انکار کیا تب صدوق نازنین نے اپنے چچیرے مصدع بن مہرج پر اپنا مطالبہ اور اس کے صلہ میں اپنا نفس پیش کیا، ہائے کاش! کہ مصدع حباب کا سا جوانمرد نہ نکلا اور اس فتنہ باز حسینہ کے حسن کا جادو اس پر چل گیا ع

حسن کا جادو چل بھی گیا ہم تماشا بھی بن گئے

شقاوت اور بدبختی کے اس کھیل کا دوسرا کردار عنیزہ تھی جس کے اپنے حسن کی چھاؤں تو ڈھل چکی تھی اور طبعی عمر کا جام چھلکنے والا تھا لیکن خوبرو بیٹیوں سے اس کا شجرِ حسن ثمر بار تھا اس نے شقاوت کے اس جوے میں اپنے اسی پھل کی بازی لگائی، چنانچہ اس نے قدار بن سالف نامی ایک پستہ قد نیلی آنکھوں والے (جو قیامت کے دن مجرموں کی آنکھوں کا رنگ ہونا قرآن میں مذکور ہے) [۱]

اور سرخ رنگت والے شخص سے رابطہ کیا جس کا ولدالزنا (حرام طریقہ پر پیدا) ہونا قوم میں مشہور و معروف تھا [۲] اور یہ قوم میں زورآور و طاقتور شمار ہوتا تھا۔

عنیزہ نے قدار کو پیش کش کی کہ ''ناقة الله'' کو قتل کر کے میری جونسی بیٹی تو پسند کرے وہ تیری ہے، قدار اس پر راضی ہو گیا، پس قدار اور مصدع اونٹنی کو قتل کرنے کے لئے روانہ ہوئے، انہوں نے اس خطرناک اقدام میں (جس کے نتیجے میں دنیا میں ہی عذابِ الٰہی میں مبتلا ہونے سے حضرت صالح علیہ السلام ان کو پہلے دن ہی خبردار کر چکے تھے) قوم کے دیگر بڑے بڑے سرکش، غنڈوں اور بدمعاشوں کو بھی اپنے ساتھ شامل و شریک ہونے پر آمادہ کیا، اس طرح قوم کے سات چوٹی کے بدمعاش اور کھڑپینچ جن میں ہر ایک اپنا مستقل جتھہ رکھتا تھا اور اپنے اپنے گروہ کا لیڈر تھا ان کے ساتھ مل گئے، اس طرح یہ نو افراد ہو گئے، قرآن مجید کی سورہ النمل آیت ۴۸ میں اس وجہ سے ان کو ''تسعة رهط'' یعنی ''نو جماعتیں'' فرمایا گیا ہے کہ ہر ایک جتھے والا تھا، حالانکہ مراد نو افراد ہیں (معارف القرآن ج۶ ص۵۹۰)

نو افراد ''ناقة الله'' کی گذرگاہ میں گھات لگا کر بیٹھ گئے، قدار اور مصدع دونوں راستے کے ساتھ دو الگ الگ چٹانوں کی اوٹ میں تاک میں بیٹھ گئے، اونٹنی پانی پی کر واپس آتے ہوئے جب مصدع کے قریب

---

[۱] ''ونحشر المجرمین یومئذ زرقا'' (طٰہٰ آیت ۲۰) ترجمہ: اور مجرموں کو قیامت کے دن ہم نیلی آنکھوں کے ساتھ اٹھائیں گے۔

[۲] جیسا کہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے تصریح فرمائی ہے ''یزعمون انه لزنیة ولم یکن لسالف لکنه ولد علی فراشه'' روح المعانی ج۵ ص۱۶۷)

سے گذری تو اس نے تاک کر تیر مارا جو اونٹنی کی پنڈلی میں آر پار ہو ہو گیا، عین اسی وقت ام غنم عنیزہ نمودار ہوئی اس نے اپنی حسین ترین بیٹی کو اشارہ کیا تو اس نے چہرہ بے نقاب کر کے حسن کا جلوہ دکھایا تا کہ اس کا لشکارا قدآر پر پڑے تو اس کی آنکھیں خیرہ ہو جائیں اور دل نیم بسمل ہو جائے اور شمشیر بکف ہاتھوں میں بجلی کوند جائے اور منحوس منصوبہ کسی رخنہ اور رکاوٹ کے بغیر چشم زدن میں پورا ہو جائے، کیونکہ خدشہ تھا کہ اس خطرناک ترین اقدام سے جس کے نتیجے سے قوم گھبراتی تھی اور اس لئے اتنے عرصہ تک اونٹنی کو کسی قسم کا ضرر پہنچانے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی تھی، عین وقت پر یہ حوصلہ نہ ہار جائے، پس قدآر کے رگ وریشے میں بجلیاں بھر گئیں اس پر خون سوار ہو گیا وہ شمشیر بکف اونٹنی پر جھپٹ پڑا، اور اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور اونٹنی گر پڑی اور ڈکارنے لگی، یہ ماجرا دیکھ کر اونٹنی کا بچہ بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گیا، پھر قدآر نے اونٹنی کے لبلبہ میں نیزہ مارا اور اسے ذبح کر ڈالا، یہ کاروائی مکمل ہونے کے بعد قوم کے لوگ وہاں پہنچ گئے اور اونٹنی کا گوشت بانٹ کھایا، اونٹنی کا بچہ جو پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گیا تھا وہاں اس نے تین آوازیں نکالیں، حضرت صالح علیہ السلام جو موقع پر پہنچ گئے تھے، یہ ماجرا دیکھ کر آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ اونٹنی کے بچے کو سنبھال لو شاید آنے والا عذاب ٹل جائے کچھ لوگ اس کے پیچھے ڈورے لیکن اس کو نہ پا سکے، اس کی تین چیخوں سے پہاڑ کی چٹان شق ہو گئی اور وہ اس میں داخل ہو کر غائب ہو گیا، تب حضرت صالح علیہ السلام نے قوم سے فرمایا کہ بچے کی ہر آواز کے بدلے تمہیں ایک دن کی مہلت ملے گی پس مجموعی مہلت تمہارے لئے تین دن کی ہے ان تین دنوں میں اپنے گھروں میں رہ سہہ لو اور زندگی کی آخری لذتیں پوری کر لو عذاب کا یہ وعدہ سچ مچ وقوع پذیر ہوگا۔ [۱]

ان تین دنوں کی تفصیل حضرت صالح علیہ السلام نے یہ بتلائی کہ پہلے دن یعنی کل کو (جو جمعرات کا دن تھا) تمہارے چہرے زرد پڑ جائیں گے، اور پرسوں دوسرے دن تمہارے چہرے سرخ ہو جائیں گے اور تیسرے دن جو تمہاری زندگی کا آخری دن ہوگا تمہارے چہرے کالے سیاہ پڑ جائیں گے، پھر اگلی صبح تم پر عذاب کا نزول ہوگا۔

اب چاہئے تو یہ تھا کہ عذاب کی اتنی پکی وعید سن کر جس کے دن تک گنے جا چکے تھے ان کے دم خم ڈھیلے

---

[۱] علامہ آلوسی نے ابواسحاق کے حوالے سے ایک روایت یہ بھی نقل کی ہے کہ بچے کا پیچھا کر کے مصدع نے اسے بھی جان سے مار دیا تھا اور اس کا بھی تکہ بوٹی کر کے اونٹنی کے گوشت کے ساتھ ملا دیا تھا تب حضرت صالح علیہ السلام نے ان کو عذاب کی وعید سنائی تو انہوں نے تمسخر کرتے ہوئے پوچھا کہ کب کو تمہارا یہ عذاب نازل ہوگا؟ تو آپ نے تین دن کی مدت بتائی (روح)

پڑجاتے اوراپنی عاقبت اورانجام سے ڈرتے اور نبی کے ہاتھ پرتوبہ تائب ہوکر بارگاہِ الٰہی کی طرف رجوع کرتے ،لیکن اس قوم کے طول طویل زندگی کی سیاہ کاریاں اورحق وصداقت واضح ہونے کے بعد بھی حق سے اعراض وروگردانی اور نبی برحق سے معرکہ آرائیاں یہ بدبختی وشقاوت کے وہ عناصرِ ترکیبی تھے جوان کے دل ودماغ اور بصیرت وبصارت کو پوری طرح گھیر چکے تھے ،اورقبولیتِ حق کی استعداد ہی ان کے جرائم کی پاداش میں اب ان سے سلب کرلی گئی تھی ،رب تعالیٰ سے سرکش اورفطرت سے بغاوت کے نتیجے میں افراد واقوام کی زندگیوں میں وہ موڑ آجاتا ہے جہاں ان کے دلوں پرمُہرِ جباریت لگ جاتی ہے ، قرآن مقدس نے اس مرحلہ کی یوں خبردی ہے ’’خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ وَعَلٰی سَمْعِھِمْ وَعَلٰی اَبْصَارِھِمْ غِشَاوَۃٌ وَّلَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ‘‘(البقرہ آیت ۷)ترجمہ:مہرکردی اللہ نے ان کے دلوں پر اوران کے کانوں پر پردہ ہے اوران کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اورعادتُ اللہ یوں جاری ہے کہ اس مرحلے کے بعد قبولیت حق کی صلاحیت ہی انسان سے چھن جاتی ہے اور قلب ماؤف ومفلوج ہوجاتا ہے،نیکی بدی،اچھائی برائی،انسانی اقدار،فطری قوانین وضوابط اورجزاوسزا کا تصوران سب چیزوں کی کوئی وقعت اورقدر وقیمت اس کے نزدیک باقی نہیں رہتی،شیاطین اس پرمسلط ہوجاتے ہیں اورخواہشاتِ نفسانی اس کا قبلہ وکعبہ اوردین وایمان بن جاتی ہیں،اوروہ محض ہوا وہوس کا بندہ اورنفس کا بے دام غلام بن جاتا ہے،قرآن مجید نے اس طبقہ بنی آدم کی اس بری حالت اور اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے قانونِ مکافاتِ عمل کے حرکت میں آنے کویوں واضح فرمایا ہے:

اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَہٗ ھَوَاہُ وَاَضَلَّہُ اللّٰہُ عَلٰی عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلٰی سَمْعِہٖ وَقَلْبِہٖ وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِہٖ غِشٰوَۃً فَمَنْ یَّھْدِیْہِ مِنْ بَعْدِاللّٰہِ اَفَلاَ تَذَکَّرُوْنَ(الجاثیہ آیت ۲۳)

ترجمہ:ذرااس شخص کوتو دیکھ!جس نے اپنی نفسانی خواہش کواپنا معبود ٹھہرالیااور باوجوداس کے جاننے سمجھنے کے اللہ تعالیٰ نے (اس کی خواہش پرستی کی پاداش میں)اس کوگمراہ کردیا اورمہر لگادی اس کے کان پراوراس کے دل پراور ڈال دیا اس کی آنکھوں پر پردہ پھرکون اس کو ہدایت دے سکتا ہے اللہ کے سوا۔تو کیاتم غورنہیں کرتے ؟

ان فطری ضوابط اورقوانینِ الٰہیہ کوسامنے رکھا جائے تو قوم ثمود کے اس تمام طرزِعمل اورسیاہ کاریوں پرتعجب کا موقعہ نہیں رہتا،اگر چہ ظاہری نظرمیں ان کی شقاوت وسنگ دلی کی یہ حرکتیں بڑی عجیب معلوم ہوتی ہیں

کہ کس طرح آسمانی نشانات اور معجزات کو کھلی آنکھوں رونما ہوتے ہوئے دیکھا گئے اور پھر کس طرح ان نشانات کو بے نام ونشان کرنے کے منصوبے باندھتے رہے اور اقدام کرتے رہے، ایک سلیم الفطرت انسان اس کا تصور کر کے بھی کانپ جاتا ہے اور سوچتا ہے کہ کیا انسان اتنی پستی میں بھی گر سکتا ہے؟ ہاں آدم کی اولاد بار بار قعرِ مذلت میں گرتی رہی ہے اور اپنے شرف انسانیت کو بٹہ لگاتی رہی ہے اور اپنی سیاہ کاریوں سے درندوں اور وحوش و بہائم کو شرماتی رہی ہے اور آسمان وزمین کو اپنی کارگزاریوں، کرتوتوں اور کارستانیوں سے لرزاتی اور ڈگمگاتی رہی ہے، اور ''اُولٰئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ'' ؎۱ کی خداوندی مہر اپنے اوپر ثبت کرتی رہی ہے، قومِ عاد اور قومِ ثمود کا طرزِ عمل اور ان کا انجام ایک نشان ہے قرآن کی مخاطب قوموں کے لئے اور ایک نمونہ ہے قدرت کے اٹل و بے لاگ قوانین کا ان افراد واقوام کے لئے جو قرآن کے نزول سے لے کر قیامِ قیامت تک زیاں خانہ دنیا میں نوبت بہ نوبت حیاتِ ناسوتی کا امتحان دیتے رہیں گے ''اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَکُمْ اَحْسَنُ اَیُّکُمْ عَمَلاً'' (سورہ الملک آیت ۲) ترجمہ ''وہی ذات ہے جس نے موت وحیات کے سلسلے جاری فرمائے تاکہ تمہیں جانچے کہ کون تم میں زیادہ اچھا عمل کرتا ہے'' ؎

قلزمِ ہستی سے تو ابھرا مانند حباب — اس زیاں خانے میں تیرا امتحان ہے زندگی

قصہ مختصر یہ کہ حضرت صالح علیہ السلام نے جب ان کو تین دن کی مہلت سے آگاہ کیا اور ان ایام میں ان کی صورتوں کے گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے کی خبر دی تو قوم کے وہی نوچُنے ہوئے بدمعاش آپ کے قتل پر آمادہ ہوئے اور ان روشن خیالوں نے یہ منطق جھاڑی کہ اگر صالح اپنی ان دھمکیوں میں سچا ہے تو ہمارا تیا پانچا ہونے سے پہلے اس کا دھڑن تختہ ہونا چاہئے اس طرح پیشگی انتقام لے کر ہم اپنے کلیجے ٹھنڈے کر کے ٹھنڈے ہونگے اور اگر یہ عذاب کی ان دھمکیوں میں جھوٹا ہے تو جھوٹ اور غلط بیانی کی پاداش میں اپنے انجام کو پہنچ جائے گا ؎

رہے ایک بانکپن بھی بد دماغی میں تو زیبا ہے — بڑھا دو چین ابرو پر ادائے کج کلاہی کو

پس نو کا یہ ننگِ انسانیت ٹولہ اللہ کے معصوم نبی کو موردِ الزم ٹھہرا کر انتقاماً ان کو قتل کرنے کے لئے رات کی تاریکی کا نقاب اوڑھ کر چلا، لیکن ہلاکت کے اس راستے پر اللہ کے فرشتے ان کے استقبال کے لئے پہلے

؎۱ یہ لوگ ڈھور ڈنگروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گذرے ہیں (سورہ الاعراف آیت ۱۷۹)

سے ہی تیار کھڑے تھے، عذاب کے ان فرشتوں نے ان سب کو پتھروں سے کچل کر رکھ دیا، قوم ان غنڈوں کی واپسی کے لئے چشم براہ تھی جب ان کا اتہ پتہ نہ چلا تو ان کی تلاش کے لئے نکلے حضرت صالح علیہ السلام کے گھر کے راستے میں ان کے کچلے ہوئے ٹھنڈے لاشے دیکھے تو آگ بگولا ہو گئے، اور ان کے قتل کا الزام حضرت صالح علیہ السلام پر دھرا اور ان کے پیچھے پڑ گئے آپ کی برادری آڑے آ گئی اور قوم کی دست برد سے آپ کو بچا لیا، آپ ان کے شرور و فتن سے بچنے کے لئے روپوش ہو گئے اور ایک اور ثمودی قبیلہ بنو غنم کے سردار نفیلؔ کے پاس آ کر پناہ گزین ہوئے، قوم پر عذاب کی علامات چہرے بگڑنے کی صورت میں شروع ہو گئی تھیں، تب تو وہ جوشِ انتقام میں یہاں بھی آپ کے تعاقب میں پہنچے لیکن نفیلؔ نے ان کو آپ تک پہنچنے نہیں دیا، پھر آپ اپنے ساتھ اہلِ ایمان کو لے کر وہاں سے نکلے، اور ایک روایت کے مطابق شام کے علاقہ رملّہ (جو موجودہ فلسطین میں شامل ہے) میں آ کر قیام پذیر ہو گئے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے ان اہلِ ایمان کی تعداد چار ہزار ذکر فرمائی ہے (اس بارے میں اور بھی روایات ہیں) دوسری روایت کے مطابق یمن کے علاقہ ''حضر موت'' میں آ کر قیام کیا اور یہاں آنے کے فوراً بعد آپ کو سفرِ آخرت پیش آ گیا اسی وجہ سے یہ علاقہ ''حضر موت'' کے نام سے موسوم ہوا (یعنی یہاں آپ پر موت نے حاضری دی) اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ حرم مکی تشریف لائے اور یہیں ۵۰ سال کی عمر میں آپ نے رحلت فرمائی۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الاحوال۔ اور حضرت وھب بن منبہ سے ایک یہ روایت بھی منقول ہے کہ عذاب نازل ہو کر جب قوم ہلاک ہوئی [۱] تب آپ وہاں سے مومنین کو لے کر نکلے قرآن کے ظاہری الفاظ سے اسی کی تائید ہوتی ہے کیونکہ قرآن مجید میں قوم کے ہلاک ہونے کے بعد اُن کی لاشوں کے پاس کھڑے ہو کر آپ کا خطاب کرنا مذکور ہے [۲] **(بقیہ صفحہ ۶۳ پر ملاحظہ کریں)**

---

[۱] عذاب کا حال علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے یوں بیان فرمایا ہے ''ولما کان الیوم الرابع وارتفع الضحی تحنطوا بالصبر وتکفنوا بالانطاع فاتتھم صیحۃ من السماء فتقطعت قلوبھم وھلکوا جمیعا'' (روح المعانی ج ۵ ص ۱۶۷) یعنی چوتھے دن جب چاشت کے قریب وقت ہوا تو ان لوگوں نے ایلواء نامی کڑوی بوٹی کا عرق نچوڑ کر یا اس کے پتے کوٹ کر اس سے اپنے جسموں کو لیپا تا کہ جسم حنوط زدہ ہو کر لاشیں گلنے سڑنے سے محفوظ رہیں اور چمڑے کے بڑے بڑے ٹکڑے کفن کے طور پر اپنے اجسام پر لپیٹ لئے، پھر آسمان سے ایسی ہولناک خوفناک اور ھیبت ناک چیخ بلند ہوئی کہ اس کے صدمے سے ان کے دل پھٹ گئے اور سب کے سب ہلاک ہو گئے۔

[۲] جس کا ذکر سورہ اعراف کی اس آیت میں ہے ''فتولی عنھم وقال یقوم لقد ابلغتکم رسالۃ ربی ونصحت لکم ولکن لاتحبون الناصحین ''، یعنی صالح ان کی بے جان لاشوں سے یہ خطاب کرتے ہوئے وہاں سے الٹے پھرے کہ بھائیو! میں اپنے اللہ کا پیغام یقیناً پہنچا چکا اور تمہاری خیر خواہی میں کوئی کسر نہ چھوڑ رکھی، لیکن تم تو خیر خواہوں کو پسند ہی نہیں کرتے۔ ؎

الٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا

بسلسلہ: صحابہ کے سچّے قصے

طارق محمود

صحابئ رسول حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ (قسط ۱)

یہ فتح مکہ کے بعد کا زمانہ ہے، دربارِ نبوی ﷺ سجا ہوا ہے، اتنے میں ایک خاتون ایک شخص کو حضور ﷺ کی خدمت میں لاتی ہیں، حضور ﷺ اس شخص کو دیکھ کر انتہائی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''مرحبا یا الراکب المھاجر'' یعنی اے پردیسی سوار خوش آمدید!

وہ شخص اس خاتون کی طرف اشارہ کر کے یوں گویا ہوا ''مجھے ان سے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے مجھے پناہ اور امان دے دی ہے (یعنی میری جان و مال کی حفاظت وسلامتی کو قبول فرمالیا ہے)'' حضور ﷺ نے فرمایا ہاں تم مامون ہو، حضور ﷺ کے اس رحم وکرم اور عفو ودرگزر کو دیکھ کر اس شخص نے فرطِ ندامت سے سر جھکا لیا اور اس کے ذہن میں اپنی سابقہ زندگی کا سارا خاکہ آ گیا کہ کس طرح اس نے اپنی ساری قوتیں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف صرف کیں، ان گذشتہ باتوں کا تصور کر کے اور حضور ﷺ کا رحم وکرم دیکھ کر اس کا سر ندامت سے جھک گیا اور سر جھکا کر ان الفاظ کے ساتھ اسلام کی حقانیت کا اعتراف کیا:

''میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے، اور اس کا کوئی شریک نہیں، آپ اس کے بندے اور رسول ہیں، آپ سب سے زیادہ نیک، سب سے زیادہ سچے اور سب سے زیادہ عہد کو پورا کرنے والے ہیں''

اسلام قبول کرنے کے بعد اس شخص نے اپنے گذشتہ گناہوں کی فہرست پر نظر ڈالی، تو سارے گناہ ایک ایک کر کے اس کے سامنے آ گئے تو اس نے ان الفاظ میں حضور ﷺ سے معافی کی درخواست کی:

''یارسول اللہ! میں کئی مواقع پر آپ کے ساتھ عداوت اور دشمنی کا ثبوت دے چکا ہوں، آپ کے خلاف کئی جنگوں میں شریک ہوا، مسلمانوں کے ساتھ لڑنے کے لئے میدان میں گھوڑے دوڑائے، آپ میرے ان گناہوں کی مغفرت کی دعا فرمادیجئے''

اس کی درخواست پر حضور ﷺ نے اس کے لئے دعاء مغفرت فرمائی، پھر اس نے عرض کیا:

''یارسول اللہ آپ کے علم میں میرے لئے جو چیز سب سے زیادہ بہتر اور باعثِ خیر ہو اس کی مجھے تلقین فرمائیے''

Idara Ghufran

حضور ﷺ نے اللہ کی وحدانیت اور اپنے بندہ اور رسول ہونے کی تعلیم دی۔

ان تمام امور کے بعد اس شخص کو اپنے گذشتہ گناہوں کی تلافی کی فکر ہوئی، اس نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ! جس قدر روپیہ میں اللہ کی راہ میں رکاوٹیں ڈالنے کے لئے خرچ کیا کرتا تھا، اب اللہ کی قسم اس سے دوگنا میں اللہ کی راہ میں خرچ کروں گا، اور اللہ تعالیٰ کی راہ کی مخالفت کے لئے جس قدر لڑائیاں میں نے لڑیں اب اس سے دوگنا جہاد کروں گا''

یہ خوش نصیب شخص جس نے دربارِ نبوی ﷺ میں اس طرح اسلام قبول کیا اور اپنا جذبۂ جہاد اور قربانی پیش کی، حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ اور خاتون ان کی بیوی تھیں، جنہوں نے ان سے پہلے فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کر لیا تھا، اور حضور ﷺ سے اپنے شوہر کے لئے امان طلب کر لی تھی، پھر اپنے شوہر حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئیں، جو فتح مکہ کے بعد مکہ مکرمہ چھوڑ کر یمن کی طرف نکل گئے تھے، مگر جب یمن جانے کے لئے کشتی پر سوار ہوئے تو سلامتی کے ساتھ سفر کرنے کے لئے ''لات وعزّیٰ'' (خاص بتوں کا نام) کا نعرہ لگایا، دوسرے ساتھیوں نے کہا یہاں ''لات وعزّیٰ'' کا کام نہیں، یہاں صرف اللہ کو پکارنا چاہئے، یہ بات حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے دل پر کچھ ایسا اثر کر گئی کہ انہوں نے فوراً کہا کہ اگر دریا میں اللہ ہے تو خشکی میں بھی وہی اللہ ہے، پھر کیوں نہ مجھے محمد ﷺ کے پاس لوٹ جانا چاہئے۔ چنانچہ راستے ہی سے واپس ہو گئے، واپسی میں راستے میں ان کی بیوی بھی مل گئیں جو ان کو تلاش کر رہی تھیں، بیوی نے ان سے کہا میں ایک ایسے انسان کے پاس سے آ رہی ہوں جو سب سے نیک، سب سے زیادہ بہتر اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والا ہے، میں نے اس سے تمہاری جان بخشی کرالی ہے، بیوی کی باتیں سن کر حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ پہنچے اور اسلام قبول کر لیا۔

✪......نسب نامہ

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کا نسب نامہ اس طرح ہے، عکرمہ بن ابی جہل بن ہشام بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ بن کعب بن لوئی بن قرشی مخزومی۔

✪......اسلام سے پہلے

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اسلام لانے سے پہلے مشہور دشمنِ اسلام ابوجہل کے بیٹے تھے، اسلام اور مسلمانوں کے سخت دشمن تھے، اور مسلمانوں کی مخالفت میں پیش پیش رہتے تھے، غزوۂ بدر میں مسلمانوں کے خلاف بڑی سرگرمی سے حصہ لیا، اس معرکہ میں ان کا باپ دو انصاری نوجوانوں حضرت معوذ اور معاذ رضی اللہ عنہما کے

ہاتھوں مارا گیا، باپ کو خاک وخون میں تڑپتا دیکھ کر انہوں نے ابوجہل کے قاتل حضرت معاذ رضی اللہ عنہ پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ لٹک گیا۔ بدر کے بعد جن لوگوں نے ابوسفیان کو بدر کے مقتولین کے انتقام پر آمادہ کیا تھا ان میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے...... جنگِ احد میں کچھ دستوں کی کمان حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھی...... ۵ھ میں جب تمام مشرکینِ عرب نے اپنے اپنے قبیلوں کو ساتھ لے کر مدینہ پر چڑھائی کی تو حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بھی ''بنی کنانہ'' کو لے کر اس لشکر میں شامل ہوئے۔ فتح مکہ میں اہلِ مکہ نے بغیر کسی مقابلہ کے ہتھیار ڈال دیئے تھے لیکن بعض وہ لوگ جن میں تعصب وضد زیادہ تھی، انہوں نے مزاحمت کی، ان میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، غرض شروع سے آخر تک ہر موقعہ پر انہوں نے اپنی اسلام دشمنی کا پورا ثبوت دیا۔

✪......اسلام لانے کے بعد عبادت کا جذبہ

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کو گذشتہ گناہوں کی تلافی کی بڑی فکر تھی، اس لئے قبولِ اسلام کے بعد اس پیشانی کو جو برسوں ''لات وعزّیٰ'' کے سامنے سجدہ ریز ہوچکی تھی، اللہ تعالیٰ کے لئے وقف کردیا، اربابِ سِیَر اُن کے بارے میں لکھتے ہیں ''ثُمَّ اجْتَھَدَ فِی الْعِبَادَۃِ ''یعنی'' قبولِ اسلام کے بعد انہوں نے عبادت میں بڑی مشقت کی'' قرآن مجید کے ساتھ بہت محبت تھی، اس کو چہرہ پر رکھ کر نہایت بے قراری کے ساتھ ''کِتَابُ رَبِّیْ، کِتَابُ رَبِّیْ'' (میرے رب کی کتاب، میرے رب کی کتاب) کہہ کر روتے تھے۔

✪......انفاق فی سبیل اللہ:

جتنی دولت اسلام کے خلاف خرچ کر چکے تھے، اس سے دوگنی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا انہوں نے عزم کیا تھا، اس عزم کو انہوں نے فتنۂ ارتداد اور شام کی معرکہ آرائیوں میں پورا کیا، اور ان کے مصارف کے لئے بیت المال سے ایک جبہ بھی نہیں لیا، جب شام پر فوج کشی کے انتظامات ہورہے تھے، تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ معائنہ کے لئے تشریف لائے، معائنہ کرتے کرتے ایک خیمہ کے پاس پہنچے اس کے چاروں طرف گھوڑے، نیزے اور سامانِ جنگ نظر آیا، قریب جاکر دیکھا تو خیمہ میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نظر آئے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سلام کیا اور جنگ کے اخراجات کے لئے رقم دینی چاہی، حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے قبول کرنے سے انکار کردیا، اور فرمایا مجھے ضرورت نہیں میرے پاس دو ہزار دینار ہیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ (جاری ہے......)

Idara Ghufran

بسلسلہ اصلاحِ معاملہ مفتی منظور احمد (فیصل آباد)

آدابِ تجارت (قسط۵)

(۹)......مال کی بے جا تعریف کرنے اور قسم کھانے سے پرہیز کرنا

بیچتے وقت اپنے مال کی حد سے زیادہ تعریف کرنا اور خریدتے وقت مذمت کرنا اور مال کو بیچنے کے لئے قسمیں کھانا اگرچہ سچی قسم ہو، یہ ایسے طریقے ہیں جن کی وجہ سے مال بک تو جاتا ہے مگر اس کی برکت ختم ہوجاتی ہے، لہٰذا اس سے بچنا چاہئے، البتہ اگر گاہک کو پتہ نہ ہو تو اسے مال کا صحیح صحیح تعارف کردینے میں کوئی حرج نہیں۔

❀ ......حضور اقدس ﷺ نے فرمایا اگر تاجر میں چار صفات پیدا ہوجائیں تو اس کی کمائی پاکیزہ ہوجاتی ہے (۱) جب کوئی چیز خریدے تو اس کی مذمت (برائی) نہ کرے (۲) جب اپنی چیز بیچے تو اس کی (بے جا) تعریف نہ کرے (۳) بیع میں دھوکہ بازی نہ کرے (۴) بیچتے وقت قسم نہ کھائے (ترغیب ج۳ص۴۶)

ایک حدیث میں فرمایا گیا ''اَلْحَلْفُ مَنْفَعَةٌ لِّلسِّلْعَةِ مُمَحِّقَةٌ لِلْبَرَكَةِ (بخاری، بیوع حدیث نمبر ۲۰۸۷)'' یعنی ''قسم کھانے سے سودا تو بک جاتا ہے مگر اس کی وجہ سے برکت ختم ہوجاتی ہے'' بعض لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ ایک چیز کو بیچنے کے لئے اس کی لمبی چوڑی تعریفیں اور قسم پر قسم کھاتے چلے جاتے ہیں، اس سے بھی حضور اقدس ﷺ نے منع فرمایا ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا ''تم بیع کرتے وقت کثرت سے قسمیں مت کھایا کرو کیونکہ اس سے سودا بک جاتا ہے پھر اس کی برکت ختم ہوجاتی ہے (ترغیب ج۳ص۵۰)

بہت سے لوگوں کی جھوٹی قسمیں کھا کر سامان فروخت کرنے کی عادت ہوتی ہے، اس میں جہاں دنیاوی نقصان ہے کہ تجارت کی برکت ختم ہوجاتی ہے وہاں آخرت کا نقصان بھی ہے کہ یہ ایک بڑا گناہ ہے، جس پر آخرت میں عذاب کا خطرہ ہے۔

❀ ......حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص بازار میں اپنے سودے کو بیچنے لگا اور بیچتے وقت اس نے یہ قسم کھائی کہ خدا کی قسم مجھے اس سامان کی اتنی قیمت پر پیشکش کی گئی ہے حالانکہ اسے پیشکش نہیں کی گئی تھی، اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ ایک مسلمان کو غلط تأثر دے کر زیادہ قیمت وصول کرلے

اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

''اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَھْدِ اللّٰہِ وَاَیْمَانِھِمْ ثَمَناً قَلِیْلاً اُولٰئِکَ لَاخَلَاقَ لَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (آل عمران آیت ۷۷)

جس کا ترجمہ ہے وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے عہد اور اپنی قسموں کے ذریعے تھوڑی سی قیمت خریدتے ہیں ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا

(بخاری، بیوع حدیث نمبر ۲۰۸۸)

❀ ......ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تین قسم کے لوگوں پر قیامت کے دن نہ نظرِ رحمت فرمائیں گے اور نہ ان سے بات کریں اور نہ ان کو پاک وصاف فرمائیں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا، ان میں سے ایک شخص وہ ہے جو ہمیشہ سامان خریدتے وقت بھی قسم کھاتا ہے اور بیچتے وقت بھی قسم کھاتا ہے اور جھوٹی قسم کے ذریعے اپنے مالِ تجارت کو فروخت کرتا ہے، اس حدیث کی بعض روایات میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص سے بغض رکھتے ہیں (ترغیب ج۲ص ۴۷، ۴۸، ۴۹)

ظاہر ہے کہ جس شخص سے اللہ تعالیٰ بغض فرماتے ہیں، وہ اللہ کی نظرِ رحمت سے محروم ہے اور آخرت میں عذاب کا مستحق ہے دنیا میں اس کی تجارت کیسے کامیاب ہوسکتی ہے۔

❀ ......حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک دیہاتی بکری لے کر گزرا تو میں نے اس سے پوچھا آپ تین درہم کے بدلے میں بیچتے ہیں، تو اس نے کہا خدا کی قسم نہیں، پھر اس نے تین درہم میں بیچ دی تو میں نے اس کا تذکرہ حضور اقدس ﷺ سے کیا، آپ ﷺ نے فرمایا اس شخص نے اپنی آخرت کو دنیا کے بدلے بیچ ڈالا (ترغیب ج۲ص ۴۹)

امام غزالی رحمہ اللہ نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک بزرگ یونس بن عبید ریشم کی تجارت کیا کرتے تھے، مگر اس کی تعریف نہیں کرتے تھے، ایک دن وہ ریشم نکالنے لگے تو ان کے شاگرد نے خریدار کے سامنے کہا ''مولیٰ مجھے جنت کے کپڑے عطا فرما (جو ریشم کے ہونگے جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے) یونس بن عبید یہ سمجھ کر کہ شاگرد کے اس جملے سے مال کی تعریف ہوئی جو صحیح نہیں، ریشم نکالنا بند کردیا اور جس سے ریشم نکالا کرتے تھے اسے پھینک دیا اور اس کاروبار کو ترک کردیا (کیمیائے سعادت)

امام غزالی رحمہ اللہ نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اگر خریدار پہلے سے چیز کو جانتا ہو اور اس کے بارے میں اسے

معلومات حاصل ہوں تو اس چیز کی سچی تعریف بھی نہیں کرنی چاہئے۔

ان احکام سے اگر آج ہم اپنی تجارت کا موازنہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہماری تجارت کو ان سے دُور کی نسبت بھی نہیں، آج جو شخص جتنا جھوٹ بولنے والا، باتونی اور اپنی باتوں سے لوگوں کو متاثر کر کے خریدنے پر آمادہ کرسکتا ہو وہ اتنا ہی کامیاب تاجر شمار کیا جاتا ہے، اپنی اشیاء کی حد سے زیادہ تعریف کرنا، انہیں حقیقت سے بڑھا کر پیش کرنا، جھوٹی قسمیں کھا کر اشیاء کو بیچنا، تجارت کا عام معمول بن چکا ہے، ان سے بڑھ کر کمپنیاں اپنی مصنوعات کی تشہیر اور تعریف کے لئے اخبارات، بینرز، دیواروں اور سائن بورڈوں پر جو اشتہارات لگاتی ہیں ان میں جہاں مبالغہ آمیز اور جھوٹی تعریف ہوتی ہے، وہاں گاہکوں کو مائل کرنے کے لئے عورتوں کی عریاں (ننگی) تصویریں بھی بنائی جاتی ہیں، بلکہ اب تو یہ تصویریں تشہیر کا لازمی جزو بن چکی ہیں، اور اس پر بھاری اخراجات کئے جاتے ہیں۔

پھر ظلم یہ ہے کہ گناہ اور بے حیائی پر مشتمل اس تشہیر کے اخراجات کو اشیاء کی لاگت میں شامل کر کے صارفین سے ہی وصول کیا جاتا ہے، بلکہ اب تو یہ تعریف وتشہیر بھی ایک فن بن چکا ہے اور اس کے لئے مستقل کمپنیاں وجود میں آچکی ہیں، جو مصنوعات کی تعریف وتشہیر کے نئے نئے طریقے اختیار کرتی ہیں، اس کے لئے ماڈل گرلز کی خدمات لی جاتی ہیں جو اپنے عریاں جسم، مسکراہٹوں اور مخصوص پوز کے ذریعے اشیاء کو خود یا تصویر کے ذریعے پیش کرتی ہیں، اور گاہکوں کو خریداری کے لئے مائل یا قائل کرتی ہیں، بلکہ یہ جسم فروشی اس وقت دنیا کا سب سے مہنگا کاروبار ہے، ایک ماڈل اپنے اس جسم فروشی پر لاکھوں کروڑوں ڈالر کماتی ہے، ہمارے تاجر حضرات بھی اب آداب وانداز میں بڑے فخر سے یورپ کی تقلید کرتے ہیں، اور ان کو ذرا بھی یہ احساس نہیں ہوتا کہ یہ تعریف وتشہیر کتنے گناہوں کا مجموعہ ہے، اس سے ہماری تجارت میں کتنی بے برکتیاں پیدا ہو رہی ہیں اور اس کی وجہ سے ہماری تجارت حضور اقدس ﷺ کے اُسوہ سے کتنی دور ہوتی جارہی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اپنا مقصود پیسہ کمانا بنالیا ہے، اس کے لئے ہمیں جو حربہ استعمال کرنا پڑے اسے اختیار کرتے ہیں، قطع نظر اس کے کہ وہ جائز ہے یا ناجائز، لیکن اس کا انجام بڑا خطرناک ہے اس پر ہر مسلمان کو غور کرنا لازم ہے۔ (جاری ہے...........)

بسلسلہ: سہل اور قیمتی نیکیاں حافظ محمد ناصر

◻ صدقہ، خیرات کی فضیلت واہمیت

ایک حدیث میں حضورِ اقدس ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے کہ:

بَاکِرُوْا بِالصَّدَقَةِ فَاِنَّ الْبَلاَءَ لاَیَتَخَطَّاهَا (جامع صغیر ص۱۸۷ بحواله طبرانی والبیهقی)

یعنی ''صدقہ کرنے میں جلدی کرو اس لیے کہ مصائب صدقہ کو پھلانگ نہیں سکتے''

اس حدیثِ مبارکہ میں حضور ﷺ نے صدقہ کرنے میں جلدی کرنے کی ترغیب دی ہے اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ صدقہ کر دینے کی صورت میں انسان بلاؤں اور مصیبتوں سے محفوظ ہو جاتا ہے، لہٰذا عقلمندی یہ ہے کہ ایک مسلمان دنیا اور آخرت کی مصیبتوں اور پریشانیوں میں مبتلا ہونے سے پہلے ہی اس سے بچاؤ کا انتظام کرلے، جس کا طریقہ حضور ﷺ نے اس حدیث میں اپنی امت کو صدقہ کا جلدی اہتمام کرنا بتلایا ہے۔

ایک حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ:

اِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِیْتَةَ السُّوْءِ (ترمذی ج ۱ ص ۸۴)

یعنی ''صدقہ اللہ تعالیٰ کے غصّے کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بُری موت کو دُور کرتا ہے''

اس حدیث سے بھی صدقہ کرنے کی بہت زیادہ اہمیت معلوم ہوتی ہے۔

قرآن مجید میں بھی صدقہ خیرات کرنے کے بہت زیادہ فضائل بیان ہوئے ہیں اور کئی آیات اللہ تعالیٰ کے راستہ میں مال خرچ کرنے کے فضائل کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، چنانچہ ایک آیت میں ہے:

وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللهِ وَلاَتُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُکَةِ (البقرة آیة ۱۹۵)

یعنی ''اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو''

اس آیت میں اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے ذریعے ہلاکت سے بچنے کی تعلیم دی گئی ہے جس سے اس طرف اشارہ ہو گیا کہ ''انفاق فی سبیل اللہ'' یعنی صدقہ خیرات کرنے سے ہلاکت سے حفاظت ہوتی ہے۔

اسی طرح قرآن مجید میں ہے کہ اللہ کے راستے میں ایک دانہ خرچ کرنے کا ثواب سات سو یا اس سے بھی زیادہ دانے خرچ کرنے کے برابر ہے (البقرۃ آیۃ ۲۶۱) ایک موقع پر صدقہ کرنے کا فائدہ یہ بیان فرمایا گیا:

یَمْحَقُ اللهُ الرِّبَا وَیُرْبِی الصَّدَقَاتِ (البقرة آیة ۲۷۶)

یعنی ”اللہ تعالیٰ سود (اور مال حاصل کرنے کے حرام ذرائع اختیار کرنے) سے مال میں کمی کرتا ہےاور صدقہ (خیرات) کرنے سے مال میں اضافہ فرماتا ہے“

لہٰذا جس طرح مال میں اضافے کی اور تدابیر اختیار کی جاتی ہیں اسی طرح صدقہ ، خیرات کے ذریعے بھی مال میں اضافہ کرنے کی صورت اختیار کرنی چاہیئے۔

قرآن وحدیث میں اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے جو بے شمار فضائل آئے ہیں، اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ بندہ بہت زیادہ مال خرچ کرے تو اُسے یہ فضائل حاصل ہوں گے بلکہ حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِتَّقُوْا النَّارَ وَلَوْبِشِقِّ تَمَرَةٍ (بخاری ج ۱ ص ۵۰۸)

یعنی ”آگ سے بچو، چاہے کھجور کا ایک ٹکڑا (صدقہ کرنے) کے ذریعہ سے ہو“

اس حدیث سے واضح ہوگیا کہ اللہ کے راستے میں آسانی سے جتنا مال بھی اخلاص کے ساتھ خرچ کرنے کی حیثیت ہوا تنا مال خرچ کر دینا چاہیئے اور مال کے کم ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو اس فضیلت سے محروم نہیں رکھنا چاہیئے۔

ایک حدیث میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یَاابْنَ آدَمِ !اِنَّکَ اِنْ تَبْذِلُ الْفَضْلَ خَیْرٌ لَّکَ وَاِنْ تُمْسِکُہُ شَرٌّ لَّکَ وَلَاتَلَامُ عَلٰی کِفَافٍ (مسلم ج ۱ ص ۳۳۲)

یعنی ”اے آدم کے بیٹے! تو ضرورت سے زیادہ مال (صدقہ، خیرات) میں لگادے تو یہ تیرے لیے بہتر ہے اور اگر تو اُسے روک کر رکھے تو یہ تیرے لیے بُرا ہے، البتہ بقدرِ ضرورت مال اپنے پاس رکھنا بُرا نہیں“

اس حدیثِ مبارکہ سے بہت اہم بات معلوم ہوئی کہ بندہ اللہ کے راستے میں کیا خرچ کرے؟ اس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو مال ضرورت سے زیادہ ہواُسے خرچ کر دیا جائے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ضرورت سے زیادہ تمام مال خرچ کر کے پھر لوگوں کی طرف دیکھنے لگے اور لوگوں سے سوال کرنے لگے، اس کا مطلب ایک دوسری حدیث میں یہ بیان ہوا ہے کہ بہترین صدقہ وہ ہے جو غنٰی سے ہو (نسائی ج ا ص ۳۵۱) یعنی اتنا صدقہ کرنا کہ پھر دوسروں کا محتاج ہو جائے، یہ اسلام کی تعلیم نہیں۔

مسلم شریف کی ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ایک واقعہ بیان فرمایا جس سے صدقہ خیرات کی اہمیت واضح

ہوتی ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص کسی جنگل میں تھا، اچانک اس نے بادل میں یہ آواز سنی کہ فلاں شخص کے باغ کو پانی دو، تو اس آواز کے ساتھ وہ بادل چلا اور ایک سیاہ پتھریلی زمین میں خوب پانی برسا اور سب پانی ایک نالے میں جمع ہوکر چلا، یہ شخص بھی اس پانی کے پیچھے چلتا رہا تو آگے چل کر کیا دیکھتا ہے کہ ایک شخص اپنے باغ کو اس پانی سے سیراب کررہا ہے؟ اُس نے اس باغ والے سے پوچھا کہ اے اللہ کے بندے آپ کا نام کیا ہے؟ اس نے وہی نام بتایا جو اس نے بادل میں سنا تھا، پھر اس باغ والے نے اس سے سوال کیا کہ اے اللہ کے بندے! میرا نام کیوں پوچھتے ہو؟ اس نے جواب میں کہا کہ میں نے اس بادل میں جس سے یہ پانی برسا ہے ایک آواز سنی کہ آپ کا نام لے کر کہا کہ اس کے باغ کو پانی دے، آپ اس باغ میں کیا عمل کرتے ہو کہ اس قدر مقبول ہے۔ اس نے کہا، جب تو نے یہ بات پوچھ ہی لی تو سُن! میں اس کی کُل پیداوار کو دیکھتا ہوں، اس میں سے ایک تہائی خیرات کردیتا ہوں، ایک تہائی اپنے لئے اور بال بچوں کے لئے رکھ لیتا ہوں، اور ایک تہائی پھر اسی باغ میں لگادیتا ہوں (مسلم و مسند احمد)

فائدہ: اللہ کے نام کی صرف ایک تہائی آمدنی خرچ کرنے پر کس قدر برکت ہے کہ غیب سے اس کے باغ کی پرورش کا سامان ہوتا ہے اور صدقہ کرنے سے مال کم ہونے کے بجائے اور بڑھتا ہے۔ اس حدیث شریف سے ایک بہترین سبق اور بھی حاصل ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ آدمی کو اپنی آمدنی کا کچھ حصہ اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے لئے متعین کرلینا زیادہ مفید ہے اور تجربہ بھی یہی ہے (فضائل صدقات حصہ اول فصل اول بتغیر)

جو مال اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور خوشنودی کے لئے غریبوں، مسکینوں کو دیا جاتا ہے یا خیر کے کسی کام میں خرچ کیا جاتا ہے وہ صدقہ وخیرات کہلاتا ہے (فتاویٰ محمودیہ ج ۷ ص ۲۶۲، آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۳ ص ۴۳۰)

ضرورت مند غریب کو نقد روپیہ پیسہ دے دے، کھانا کھلادے یا کپڑے دیدے یا اور کوئی ضرورت کی چیز دیدے سب جائز ہے، کوئی خاص چیز ضروری نہیں۔ صدقہ وخیرات کے لئے چند اصول سمجھ لینا چاہئیں۔

(۱)......صدقہ وخیرات کے لئے عمل میں اخلاص ضروری ہے اور اخلاص کے لئے چھپ کر عمل کرنا زیادہ مناسب اور افضل ہے۔

(۲)......اللہ کے حضور جو چیز پیش کی جاتی ہے بعینہٖ وہی نہیں پہنچتی بلکہ اس کا تقویٰ اور اخلاص پہنچتا ہے لہٰذا یہ عقیدہ نہ رکھا جائے کہ بعینہٖ وہی چیز اللہ کے حضور پہنچے گی۔

لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَآئُھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ (حج آیۃ ۳۷ پ ۱۷)

(۳)......صدقہ وخیرات میں کوئی خاص چیز مثلاً بکرا بکری اور وہ بھی کالا یا خاص کھانا ہی ضروری نہیں بلکہ ہر ایسی چیز کا صدقہ کیا جاسکتا ہے جس سے غریب کی ضرورت پوری ہوجائے۔

(۴)......صدقہ کے اصل مستحق غریب لوگ ہیں لہٰذا غریبوں کو دینے کا اہتمام کرنا چاہئے۔اگر کسی کے بارے میں معلوم ہوجاوے کہ یہ شخص حقیقت میں محتاج نہیں ہے بلکہ اس نے کھانے کمانے کا یہی پیشہ کرلیا ہے کہ بھیک مانگتا ہے (جیسا کہ آج کل عام طور پر مانگنے کھانے والوں کا حال ہے) تو ایسے شخص کو صدقہ دینا حرام ہے اور اس کو مانگنا بھی حرام ہے خوب سمجھ لو! اپنے رشتہ دار غریب کو صدقہ دینے میں دوہرا ثواب ہے۔اسی طرح کسی طالب علم یا مجاہد کو دینے میں بھی دوگنا اجر ہے۔

(۵)......صدقہ نقدی کی صورت میں دینا زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس میں اخلاص بھی زیادہ ہے کہ چھپا کر دینا آسان ہے اور غریبوں کے لئے زیادہ مفید بھی ہے، کیونکہ غریبوں کی مختلف موقعوں پر مختلف ضرورتیں ہوتی ہیں۔نقدی سے غریب اپنی ہر قسم کی ضرورت پوری کرسکتا ہے (مثلاً لباس کی ضرورت ہوتو پیسوں سے اس کو خرید سکتا ہے، دوا کی ضرورت ہوتو وہ لے سکتا ہے وغیرہ وغیرہ) اور اگر فی الحال اس کو ضرورت نہ ہوتو اپنی آئندہ کی ضروریات کے لئے رکھ سکتا ہے اور اپنے بال بچوں کی بھی ہر قسم کی ضرورت پوری کرسکتا ہے اور بال بچے اس کے پاس موجود نہ ہوں تو دوسری جگہ ان کی ضرورت کے لئے یہ رقم بھیج سکتا ہے۔

(۶)......صدقہ کا ایک صحیح طریقہ یہ ہے کہ غریبوں کی ضرورت کے مطابق ان کا تعاون کیا جائے مثلاً مریض کو دوا، مسافر کو کرایہ ٹکٹ وغیرہ کا خرچ، بھوکے کو کھانا اور برہنہ کو لباس، جوتا، سردی میں بے سروسامان کو کمبل، رضائی اور گرم لباس وغیرہ غرض یہ کہ غریب کی ضرورت پوری کرنے کا خیال رکھا جائے۔

صدقہ کی ایک قسم صدقہ جاریہ ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کے اعمال کا ثواب ختم ہوجاتا ہے، مگر تین چیزیں ایسی ہیں کہ جن کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے، ایک صدقہ جاریہ، دوسرے وہ علم جس سے لوگوں کو نفع پہنچتا رہے، تیسرے نیک صالح اولاد جو اس کے لئے مرنے کے بعد دعا کرتی رہے (مسلم ،ترمذی، ابوداؤد ونسائی واحمد) (ماخوذ از پانی کا بحران اور اس کا حل، مرتبہ: حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب مدظلہ العالی ص ۶۱ تا ۶۴ و ۷۲)

بسلسلہ : آدابُ المعاشرت

مفتی محمد رضوان

کھانے پینے کے آداب (قسط ۳)

۞ ......کھانے کے دوران تھوکنے اور ناک صاف کرنے سے پرہیز کیجئے، اگر ضرورت ہو تو دوسرے کی نظر سے بچا کر اپنا تقاضا پورا کر لیجئے۔

۞ ......کھانے کے دوران اگر چھینک آئے تو اپنے منہ کو کھانے اور دوسروں کی طرف سے پیچھے یا دوسری جانب کر لیجئے، اور منہ پر ہاتھ یا کوئی رومال وغیرہ رکھ لیجئے۔

۞ ......بہت تیز گرم کھانا جو برداشت نہ ہو سکے یا مضر ہو کھانے سے پرہیز کیجئے، کچھ گرم ہو تو حرج نہیں، اگر ٹھنڈا ہو تو گرم کرنے میں حرج نہیں، جو چیز ٹھنڈی ہو کر بے مزہ ہو جائے جیسے چائے، کافی وغیرہ قدرے گرم پینے میں حرج نہیں، طبی لحاظ سے کھانا تازہ اور گرم کھانا مناسب ہے، لیکن ایسا زیادہ گرم بھی نہیں ہونا چاہئے، جس سے ہاتھ اور منہ جلنے لگیں، گرما گرم کھانے سے پیاس زیادہ لگتی ہے، اس کو بُجھانے کے لئے زیادہ پانی پینا پڑتا ہے، جس سے ہضم خراب ہو جاتا ہے، جو لوگ ہمیشہ گرما گرم کھانا کھاتے ہیں ان کے معدے میں زخم ہو جاتے ہیں (فتاویٰ رحیمیہ ج ۱۰ ص ۱۳۷، کتاب الحظر والاباحۃ، فتاویٰ محمودیہ ج ۱۴ ص ۴۲۵، ردالمحتار ج ۶ ص ۳۴۰ کتاب الحظر والاباحۃ، دیہاتی معالج حصہ اول صفحہ ۴۱ بتغیر) [۱]

۞ ......طبی اعتبار سے بہت زیادہ تھکے ہوئے ہونے کی حالت میں کھانا نہیں کھانا چاہئے، تھکن کی حالت میں خون کا دوران اپنے معمول پر نہیں ہوتا، اس لئے تھکے ہوئے ہونے کی حالت میں قدرے آرام کر کے اور سانس لے کر کھانا چاہئے (تحقیقات علاج بالغذاء افادات حکیم صابر ملتانی صاحب مرحوم بتغیر)

۞ ......ضرورت سے زیادہ ٹھونس ٹھونس کر اور جی بھر کر کھانا نہ کھایئے، بلکہ اتنی مقدار پر اکتفاء کیجئے کہ تھوڑی طلب باقی رہ جائے، سانس لینے میں آسانی رہے، اور دوسرے وقت بھی کھانے کی طلب باقی رہ جائے گویا کہ پیٹ بھر کھایئے، جی بھر نہ کھایئے، کھانا کھاتے کھاتے جب ایسا مرحلہ آ جائے کہ مزید کھانے نہ کھانے میں تذبذب پیدا ہو جائے اور کشمکش ہونے لگے، بس اس وقت کھانا چھوڑ دینا چاہئے۔

---

[۱] نهىٰ (رسول الله ﷺ) عن اكل الطعام الحارّ حتىٰ يمكن اكله (الجامع الصغير ج۲ بحواله بيهقى، وقال السيوطى حسن)

کم کھانے کے بہت سے دینی و دنیوی فوائد اور زیادہ کھانے کے بہت سے دینی اور دنیوی نقصانات ہیں، چنانچہ کم کھانے والے انسان کا جسم صحت مند، حافظہ قوی اور فہم تیز اور جسم ہلکا پھلکا رہتا ہے اور نیند بھی کم آتی ہے، جبکہ اس کے برعکس بسیار خوری کا عادی انسان نہ صرف یہ کہ ان تمام خوبیوں اور صفات سے محروم رہتا ہے، ساتھ ہی کئی بیماریوں کا بھی شکار رہتا ہے۔ [1]

۞ ...... جو غذا ابھی تک ہضم نہیں ہوئی وہ جسم پر بوجھ ہے، مزید غذا کھا کر اس بوجھ میں اضافہ نہیں کرنا چاہئے، جب تک پہلی غذا ہضم نہ ہو جائے اور جسم میں ہلکا پن نہ ہو جائے اس وقت تک دوسری غذا سے ہاتھ روکے رکھنا چاہئے، غذا اگر ہضم ہو جائے تو خون بن جاتی ہے اور اگر ہضم نہ ہو تو خمیر بن کر تعفن و تیزابیت کی شکل اختیار کر کے زہر اور کئی امراض کا باعث بن جاتی ہے (تحقیقات علاج بالغذاء صفحہ ۱۵۴، افادات حکیم صابر ملتانی صاحب مرحوم، ترجمہ وتشریح کلیاتِ قانون لابن سینا، علامہ حکیم کبیر الدین صاحب مرحوم صفحہ ۱۶۱، ۱۶۳ بتغیر) [2]

۞ ...... ایک غذا کے بعد دوسری غذا طبی لحاظ سے کم از کم چھ گھنٹے کے فاصلہ سے لینی چاہئے، غذا عام حالت

---

[1] ویقلل الاکل ،کذا فی الغرائب (هندیه ج۵ ص۳۳۷)قال الفقیه ابوالليث وینبغی للرجل ان لا یکثر الاکل ولا یاکل فوق الشبع فان ذالک مذموم عند الله تعالیٰ وعند الناس وهو یضر بالبدن وروی عن بعض الاطباء انه قیل له هل تجد الطب فی کتاب الله تعالیٰ ؟ قال نعم قد جمع الله تعالیٰ الطب فی هذه الآیة وهی قوله تعالیٰ کلو اواشربوا ولا تسرفوا یعنی ان الاسراف فی الاکل والشرب یتولد منه الامراض وقیل اذاکان الرجل قلیل الاکل کا ن اصح جسماً واجود حفظاً واز کیٰ فهماً واقل نوماً واخف نفساً (المحیط البرهانی ج۸ص ۵۳ فی الکراهیة فی الاکل)(کذا فی البحر الرائق کتاب الکراهیة ،فصل فی الاکل والشرب) ۞وقد یکون الاسراف فی الاکل ان یاکل فوق الشبع حتی یؤدیه الی الضرر فذالک محرم ایضاً (احکام القرآن جصاص سورة الاعراف تحت قوله تعالیٰ کلوا واشربوا ولاتسرفوا)وینبغی له ان لا یسرف فی الاکل وعلامته ان یرفع یده وهو یشتهیه (المدخل لابن الحاج فصل غسل الید عند الاکل)وهذاکله مستفاد من قوله تعالیٰ''وکلواواشربواولاتسرفوا''فارشد عباده الیٰ ادخال مایقیم البدن من الطعام والشراب عوض ماتحلل منه وان یکون بقدر ماینتفع به البدن فی الکمیة والکیفیة فمتی جاوز ذالک کان اسرافا وکلاهما مانع من الصحة ،جالب للمرض ،اعنی عدم الاکل والشرب اوالاسراف فیه (الطب النبوی لابن القیم ص ۲۱۹، ۲۲۰)

[2] الامراض نوعان امراض مادیة تکون عن زیادة مادة افرطت فی البدن حتی اضرت بافعاله الطبعیة وهی الامراض الاکثریة وسببها ادخال الطعام علی البدن قبل هضم الاول والزیادة فی القدر الذی یحتاج الیه البدن وتناول الاغذیة القلیلة النفع البطیئة الهضم والاکثار من الاغذیة المختلفة التراکیب المتنوعة فاذا ملأالأدمی بطنه من هٰذه الاغذیة واعتاد ذالک اورثته امراضاً متنوعة منها بطیء الزوال او سریعته فاذاتوسط فی الغذاء وتناول منه قدر الحاجة وکان معتدلاً فی کمیته وکیفیته کان انتفاع البدن به اکثر من انتفاعه بالغذاء الکثیر (الطب النبوی ص ۲۰ لابن القیم)

میں مکمل طریقہ پر تقریباً بارہ گھنٹے میں ہضم ہوتی ہے، تقریباً چھ گھنٹوں میں وہ معدہ اور چھوٹی آنتوں سے گزر کر بڑی آنتوں میں پہنچتی ہے، چھ گھنٹہ سے کم میں جو غذا لی جاتی ہے وہ دوہضم یا ڈبل ہضم کی خرابی کی وجہ سے جسم اور خاص کر معدہ میں طرح طرح کی خرابیاں پیدا کرتی ہے (تحقیقات علاج بالغذاء صفحہ۱۰۳، ۱۳۶ بتغیر)

۞......حضور ﷺ نے کھانے پینے کی چیزوں میں پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے، اس لئے کھانے پینے کی چیز پر پھونک نہ ماریئے، اگر گرم ہو تو تھوڑا انتظار کر لیجئے، اسی طرح بلاضرورت کھانے کو سونگھنا بھی اچھا نہیں [1]

۞ ...... برتن میں کھانے کا کوئی حصہ رہ جائے تو اس کو انگلی سے چاٹ لیجئے، اور رقیق، پتلی چیز مثلاً شوربا وغیرہ ہو تو پی کر برتن صاف کر دیجئے، اس کی بڑی فضیلت ہے، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے شخص کے لئے برتن استغفار کرتا ہے (احمد و ترمذی) اور کہتا ہے کہ تجھے اللہ تعالیٰ اس طرح محفوظ رکھے جس طرح تو نے مجھے شیطان سے محفوظ رکھا (جمع الفوائد ج۱ ص۴۷۷ بحوالہ رزین) [2]

۞......سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے سے پرہیز کیجئے کیونکہ حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے [3]

۞ ......کھانا دوسروں کے ساتھ مل کر کھانے کی کوشش کیجئے، کیونکہ اس میں بہت خیر و برکت ہے، ایک حدیث میں ہے کہ ’’چند آدمیوں کے ساتھ مل کر کھانا برکت کا باعث ہے‘‘ (ابوداؤد) ایک اور حدیث میں ہے کہ کھانے میں اجتماعیت اختیار کرو اور جدائیگی اختیار نہ کرو (طبرانی) جن گھرانوں میں ہر ایک فرد الگ الگ کھانا کھاتا ہے اور وہاں اجتماعی دسترخوان لگنے کا اہتمام نہیں ہوتا، وہاں برکت اور بہت سی خیر کی چیزوں سے محرومی رہتی ہے، ساتھ مل کر کھانے میں بھی بہتر ہے کہ ایک ہی برتن میں کھائیے، اس میں زیادہ خیر ہوتی ہے اور حضور ﷺ کی عادت بھی ساتھ مل کر کھانے کی تھی (والتفصیل فی فتاویٰ رحیمیہ ج۱۰ ص۱۴۱) [4]

---

[1] ولایشم الطعام فان ذالک عمل البھائم ولا ینفخ فی الطعام والشراب لان ذالک سوء الادب (المحیط البرھانی ج۸ ص ۵۴)

[2] مـا الـمـراد باستغفار القصعة ؟ یحتمل ان الله تعالیٰ یخلق فیھا تمیزا او نطقا فطلب به المغفرة وقد ورد فـی بـعـض الآثـار انھـا تـقـول آجـرک الله کما آجرنی من الشیطان ولا مانع من الحقیقة ویحتمل ان یکون ذالک مجاز اکنی به (عمدة القاری ج ۱۴ ص ۴۵۴ کتاب الاطعمة)

[3] قـال الـنـووی اجـمـعوا علی تحریم الاکل والشرب فی اناء الذھب والفضة علی الرجل والمرء ة ولم یخالف فی ذالک احد الخ (مرقاة شرح مشکوٰة ج۸ ص ۲۲۰)

[4] وفـی روایة الـطـبـرانـی عـن ابـن عمر رضی الله عنھما بلفظ طعام الاثنین یکفی الاربعة وطعام الاربعة یـکـفـی الـثـمـانیة فاجتمعوا علیه ولاتفرقوا فھذا الحدیث یبین ان البرکة فی الاکل مع الجماعة (مرقاة شرح مشکوٰة ج۸ ص ۱۶۸ ،کتاب الاطعمة)

۞ ......دنیاداروں کے مقابلہ میں غریبوں اور دینداروں کے ساتھ بیٹھ کر کھانے کو ترجیح دیجئے۔

۞ ......دوسرے لوگوں کے ساتھ کھانا کھاتے وقت بے صبری سے بچیئے، اگر دوسرے کو کھانے، پینے یا برتن کی ضرورت ہوتو اس کی ضرورت کا پہلے خیال کیجئے۔

۞ ......اگر کھانے کے دوران دوسرا شخص آ جائے تو اسے بھی کھانے کا پوچھ لینا چاہئے (ابن ماجہ، اسوۂ رسول اکرم صفحہ ۱۲۵)

۞ ......اگر کوئی آپ کو کھانے کے لئے بلائے اور آپ کو کھانیکی اس وقت ضرورت نہ ہوتو اس کے لئے برکت کی دعا کر دیجئے مثلاً یہ کہہ دیجئے کہ ''بَارَکَ اللہُ'' (فتاویٰ محمودیہ ج۵ ص۱۱۶ بتغیر)

۞ ......آپ ﷺ کھانا کھاتے ہی فوراً سونے سے منع فرماتے تھے (زادالمعاد) پیٹ بھر کھانا کھاتے ہی سو جانا طبی اعتبار سے بھی صحت کے لئے مضر ہے، طبی لحاظ سے کھانا کھاتے ہی فوراً کوئی کام خصوصاً محنت کا اور تیز ورزش اور دماغی کام نیز مباشرت نہیں کرنا چاہئے، غذا کے بعد بدن کو ہلکی پُھلکی حرکت دینی چاہئے (ترجمہ وتشریح کلیات قانون لابن سینا، از علامہ حکیم کبیر الدین صاحب مرحوم حصہ اول ص۱۶۴ و ۱۷۲، حاشیہ بہشتی زیور حصہ نہم صفحہ ۷، دیہاتی معالج حصہ اول صفحہ ۴۲، کتاب الصحت صفحہ ۱۳۰، حکیم اقبال احمد قرشی صاحب بتغیر) [۱]

دوپہر کو کھانے کے قدرے بعد کچھ دیر لیٹ جانا (خواہ سوئیں نہیں) سنت ہے (زادالمعاد) طبی لحاظ سے بھی دوپہر کو کھانے کے بعد لیٹ جانا جسے قیلولہ کہتے ہیں مفید ہے (کتاب الصحت صفحہ ۱۳۱)

۞ ......رات کا کھانا خواہ تھوڑا بہت ہی کیوں نہ ہو ضرور کھالینا چاہئے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ رات کا کھانا چھوڑ دینا جلدی بڑھاپا لاتا ہے (جمع الفوائد ج۱ ص۱۷۷ بحوالہ ترمذی)

۞ ...... بھوک لگی ہوئی ہونے کی حالت میں سونا صحت کے لئے مضر ہے (بہشتی زیور حصہ نہم صفحہ ۷)

۞ ......طبی لحاظ سے رات کا کھانا سونے سے کم ازکم دو گھنٹے پہلے کھالینا چاہئے، اگر رات کو دودھ پینے کی عادت ہوتو سونے سے آدھ گھنٹہ پہلے پیا جائے اور رات کا کھانا کھاتے وقت دودھ پینے کی گنجائش کا خیال رکھا جائے (بہشتی زیور حصہ نہم صفحہ ۷، دیہاتی معالج حصہ اول ص۴۲، کتاب الصحت صفحہ ۱۲۶ بتغیر) رات کے کھانے کے بعد کچھ چہل قدمی کر لینا صحت کے لئے مفید قرار دیا گیا ہے (کتاب الصحت صفحہ ۱۲۶) (جاری ہے......)

---

[۱] وعن علی مرفوعاً اکل العشاء والنوم علیه قسوة فی القلب (فیض القدیر للمناوی ج ۱) وذکر ابونیعم عنه انه کان ینهی عن النوم علی الاکل ویذکر انه یقسی القلب ولهذا فی وصایاالاطباء لمن ارادحفظ الصحة ان یمشی بعد العشاء خطوات ولو مائة خطوة ولاینام عقبه فانه مضر جدا وقال مسلموهم اویصلی عقیبه،یستقر الغذاء بقعر المعدة فیسهل هضمه ویجود بذالک (الطب النبوی لابن القیم ص ۲۲۹ ،مطبوعه دار الکتب العلمیة ،بیروت لبنان)

سلسلہ : اصلاح وتزکیہ

مفتی محمد رضوان

حقیقی و رسمی تصوف

تصوف، جس کو طریقت، سلوک، احسان، علمُ الاخلاق، علمُ القلب، اصلاحِ باطن اور تزکیۂ نفس وغیرہ بھی کہا جاتا ہے، دین کا اہم شعبہ ہے، اس کے بغیر دین کامل ومکمل نہیں ہوتا۔

دراصل شریعت کے احکام دو قسم کے ہیں (۱)......ایک وہ جن کا تعلق انسان کے ظاہر سے ہے (۲)...... دوسرے وہ جن کا تعلق انسان کے باطن سے ہے، پھر جن احکام کا تعلق انسان کے باطن سے ہے، وہ بھی دو قسم کے ہیں (۱)......ایک وہ جو ایمانیات کہلاتے ہیں (۲)......دوسرے وہ جو اخلاق کہلاتے ہیں۔

جن احکام کا تعلق انسان کے ظاہر سے ہے وہ اسلامی فقہ کے فن سے تعلق رکھتے ہیں، اور جن کا تعلق ایمانیات سے ہے وہ اسلامی عقائد کہلاتے ہیں، اور جو اخلاقیات سے تعلق رکھتے ہیں وہ طریقت اور تصوف کا فن کہلاتے ہیں، اس اعتبار سے حقیقی تصوف اور طریقت دینِ اسلام سے ہی متعلق اور وابستہ ہوا۔

لیکن یہ پہلے ہی سمجھ لیا جائے کہ ہماری مراد یہاں تصوف وطریقت سے وہ حقیقی تصوف وطریقت ہے جس کے اصول وقواعد دین سے ثابت ہیں، رہا وہ رسمی تصوف یا طریقت جس کو بعض دوکاندار اور گدی نشین پیروں، فقیروں نے اپنے نفسانی تقاضوں کو پورا کرنے اور اپنی دوکان چمکانے کا ذریعہ بنالیا ہے، اس کو شرعی تصوف سمجھنا ہی غلط ہے، حقیقی تصوف تو ان ہی چیزوں کی جڑیں اکھاڑتا ہے، جن چیزوں کے مجموعہ کو رسمی پیروں فقیروں نے تصوف یا طریقت کا نام دیا ہوا ہے۔

تصوف کا اصل مقصود نہ تو صرف ذکر ہے (جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جب ہم کسی شیخ سے بیعت ہوجائیں گے تو وہ ہمیں وظائف بتادے گا) اور نہ ہی تصوف کا مقصد عملیات وتعویذات ہیں (جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ شیخ ہمیں کچھ عملیات اور تعویذ، گنڈے وغیرہ دے گا یا یہ فن ہمیں سکھلادے گا) اسی طرح تصوف کا اصل مقصد صرف مراقبے کرنا اور چلے کاٹنا یا صرف بیعت ہونا بھی نہیں ہے۔ البتہ ذکر اور مجاہدے اور بیعت وغیرہ اصل مقصود کو حاصل کرنے کے لئے ذریعہ اور معاون ضرور ہیں۔ اور نہ ہی تصوف کا مقصد کشف وکرامات ہیں (جیسا کہ بعض لوگوں نے کشف وکرامات کو اصل تصوف کا نام دیا ہوا ہے) بلکہ تصوف کا اصل مقصود اپنے نفس کو پاکیزہ بنانا اور کامل شریعت پر چل کر اللہ تعالیٰ کی رضا کا

حاصل کرنا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى''

''یعنی کامیاب ہوا وہ شخص جس نے اپنے نفس کو پاکیزہ اور صاف ستھرا بنالیا''

اور نفس کو پاکیزہ بنانا اور اس کی صفائی کرنا اتنا اہم اور ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حضور اکرم ﷺ کی بعثت کے مقاصد میں سے بیان فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ (سورہ جمعہ)

ترجمہ: وہی ہے جس نے (عرب کے) ناخواندہ لوگوں میں انہی (کی قوم) میں سے (یعنی عرب میں سے) ایک پیغمبر بھیجا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کو (عقائدِ باطلہ اور اخلاقِ ذمیمہ سے) پاک کرتے ہیں (سورہ جمعہ)

معلوم ہوا کہ تصوف دین سے کوئی جدا چیز نہیں ہے بلکہ دین ہی کا ایک حصہ ہے اور بہت اہم حصہ ہے۔ شریعت جسم ہے اور طریقت اس کی روح، تصوف بغیر فقہ کے ناکارہ ہے اور فقہ بغیر تصوف کے بے جان ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''شریعت بغیر طریقت کے نرا فلسفہ ہے، اور طریقت بغیر شریعت کے زندقہ والحاد'' (تسہیل قصد السبیل)

تفصیل اس کی یہ ہے کہ جس طرح ہمارے بہت سے افعال واعمال ظاہری اعضاء سے انجام پاتے ہیں اسی طرح عقائد کے علاوہ بہت سے اعمال دل اور قلب سے بھی تعلق رکھتے ہیں جن کو اعمالِ باطنہ کہا جاتا ہے۔ اور جس طرح ہمارے ظاہری افعال واعمال شریعت کی نظر میں کچھ اچھے اور پسندیدہ (فرض، واجب مسنون یا مستحب) ہیں اور کچھ ناپسندیدہ (حرام یا مکروہ) ہیں، اسی طرح باطنی اعمال بھی قرآن وسنت کی نظر میں کچھ اچھے اور پسندیدہ (فرض، واجب وغیرہ) ہیں مثلاً تقویٰ، اللہ کی محبت، اخلاص، توکل، صبر وشکر، تواضع، خشوع، قناعت، بردباری وحلم، سخاوت، حیاء، رحم دلی وغیرہ۔ ان باطنی پسندیدہ اعمال کو ''اخلاقِ حمیدہ'' کہا جاتا ہے۔ اور کچھ باطنی اعمال قرآن وسنت کی نظر میں ناپسندیدہ اور برے (حرام وغیرہ) ہیں مثلاً تکبر، عجب، غرور، ریا، حُبِّ مال، حُبِّ جاہ، بخل، بزدلی، لالچ، دشمنی، حسد، کینہ، سنگدلی، بے جا غصہ، بے صبری وناشکری وغیرہ۔ ان باطنی، ناپسندیدہ اور بُرے اعمال کو ''اخلاقِ رذیلہ'' کہا جاتا ہے۔ ان تمام ظاہری وباطنی اعمال کے بارے میں قرآن وسنت میں واضح ارشادات موجود ہیں، جس طرح شریعت کے

ظاہری احکام حکمِ الٰہی ہیں اسی طرح باطنی اعمال بھی حکمِ الٰہی ہیں، چنانچہ جہاں ’’اَقِیْمُو الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ‘‘ (نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو) اللہ تعالیٰ کا واضح حکم ہے، اسی طرح ’’اِصْبِرُوْا‘‘ (صبر کرو) ’’وَاشْکُرُوْا‘‘ (اور شکر کرو) اللہ کے واضح حکم ہیں، بلکہ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ظاہری اعمال بھی باطن کی اصلاح کے لئے ہی مقرر کیے گئے ہیں، اور باطن کی صفائی اصل مقصود اور موجبِ نجات ہے اور اس کی کدورت و گندگی موجبِ ہلاکت ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ’’قَدْاَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا‘‘ (سورۂ شمس) یعنی ’’کامیاب ہوگیا وہ شخص جس نے اپنے نفس کو پاکیزہ بنالیا اور نامراد ومحروم ہوا وہ جس نے اپنے نفس کو (گناہوں میں) دبادیا‘‘

ایک جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ’’وَذَرُوْاظَاھِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ‘‘ (سورہ انعام)

ترجمہ: ’’اور تم ظاہری گناہ کو چھوڑ واور باطنی گناہ کو بھی چھوڑ دو‘‘

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تمام ظاہری اعمال کا اچھا، بُرا ہونا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا مقبول اور مردود ہونا بھی باطنی اخلاق پر موقوف ہے مثلاً اخلاص اور دکھلاوا، یہ دل ہی کے دو متضاد اور ایک دوسرے کے بالمقابل اعمال ہیں، مگر ہمارے تمام ظاہری اعمال کا اچھا برا ہونا ان سے وابستہ ہے، کوئی بھی عبادت نماز، روزہ، حج وغیرہ جو صرف دکھلاوے کے طور پر دنیا کی شہرت حاصل کرنے کے لئے کی جائے وہ صحیح عبادت نہیں رہتی، اور تجارت ومزدوری جو اپنی اصل کے اعتبار سے دنیاداری کا کام ہے، مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی نیت سے کی جائے تو یہی تجارت ومزدوری عبادت اور ثواب کا کام بن جاتی ہے۔

ایمان اور عقائد جن پر سارے اعمال کی قبولت کا دارومدار ہے دل ہی کا فعل ہیں اور ظاہر ہے کہ جتنے اعمال ہیں سب ایمان ہی کو مکمل کرنے کے لئے ہیں، جس سے معلوم ہوا کہ اصل مقصود دل کی اصلاح ہے، دل کو بادشاہ ہونے کا مقام حاصل ہے اور جسم کے دوسرے اعضاء اس کے لشکر یا غلام ہیں، حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

اَلَااِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ وَاِذَ افَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ اَلَا وَهِیَ الْقَلْبُ (بخاری،مسلم)

ترجمہ: غور سے سن لو! کہ بے شک آدمی کے بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ صحیح

ہوجاتا ہے تو تمام بدن صحیح ہوجاتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو تمام بدن تباہ ہوجاتا ہے، سن لو! وہ دل ہے (بخاری، مسلم)

اسی لئے تمام علماء وفقہاء کا اس پر اتفاق رہا ہے کہ برے اخلاق سے بچنا اور اچھے اخلاق کا پیدا کرنا ہر عاقل بالغ مسلمان پر فرض ہے (شامی) یہی وہ فریضہ ہے جس کو اصلاحِ نفس یا تزکیۂ نفس اور تزکیہ ٔ اخلاق یا تہذیبِ اخلاق کہا جاتا ہے، اور یہی تصوف کا حاصل ومقصود ہے۔ دل کی پاکی، روح کی صفائی اور نفس کی طہارت ہر مذہب کی جان اور نبوّتوں کا مقصود رہا ہے (جیسا کہ سورہ جمعہ کی گذشتہ آیت سے معلوم ہوا) پس شریعت کے احکام خواہ ظاہر سے متعلق ہوں یا باطن سے متعلق ہوں، دونوں قسم کے احکامات پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اس کے بغیر کامل نجات اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہونا ممکن نہیں۔

اس وقت تصوف کے سلسلے میں دو گروہ پائے جاتے ہیں ایک گروہ تو وہ ہے جو تصوف کے تمام اجزاء کو علیٰحدہ علیٰحدہ تسلیم کرتا ہے مثلاً اخلاص، حسد، تکبر، بغض وغیرہ، لیکن جب اس کے مجموعہ کو کوئی نام مثلاً تصوف وطریقت کا نام دے دیا جاتا ہے تو وہ اس کا انکار کر دیتا ہے۔ دوسرا گروہ وہ ہے کہ اگر کوئی اسی حقیقت کا نام بدل کر پیش کرے تو اس کو قبول کر لیتا ہے مثلاً کہا جائے کہ قرآن مجید کی اصطلاح میں اس کا نام تزکیہ اور حدیث کی اصطلاح میں اس کا نام احسان ہے تو پھر وہ اس کو تسلیم کر لیتا ہے۔

تصوف کے اصولِ صحیحہ قرآن اور حدیث میں سب موجود ہیں، اور جو لوگ سمجھتے ہیں کہ تصوف قرآن اور حدیث میں نہیں ہے بالکل غلط ہے یعنی غالی صوفیوں کا بھی یہی خیال ہے اور خشک علماء کا بھی، مگر دونوں غلط سمجھے۔ خشک علماء تو یہ کہتے ہیں کہ تصوف کوئی چیز نہیں یہ سب واہیات ہے بس نماز، روزہ حدیث سے ثابت ہے اسی کو کرنا چاہئے۔ اور غالی صوفی یہ کہتے ہیں کہ قرآن، حدیث میں تو ظاہری احکام ہیں تصوف علمِ باطن ہے ان کے نزدیک نعوذ باللہ قرآن، حدیث ہی کی ضرورت نہیں غرض دونوں فرقے قرآن وحدیث کو تصوف سے خالی سمجھتے ہیں

(وعظ ''طریق القلندر'' بتغیر از حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ)

لہٰذا تصوف اور طریقت کا انکار کرنا دین کی پوری حقیقت نہ سمجھنے پر مبنی ہے۔

اصلاحِ نفس یا تصوف وتزکیہ کے بارے میں ایک بات یہ معلوم ہونی چاہئے کہ عادتاً یہ بغیر کسی رہبر اور شیخ کامل کے انتخاب کے مشکل ہے **(بقیہ صفحہ ۷۱ پر ملاحظہ کریں)**

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ ترتیب: مفتی محمد رضوان

مکتوباتِ مَسیحُ الاُمَّت (قسط۱۶)

(بنام حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب)

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم کی وہ مکاتبت جو مسیح الامت حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمہ اللہ کے ساتھ ہوتی رہی، ان مکتوباتِ منتشرہ کو مفتی محمد رضوان صاحب نے سلیقہ کے ساتھ جمع کرنے، ترتیب دینے اور بین القوسین مناسب توضیح کی کوشش کی ہے، جو افادۂ عام کے لئے ماہنامہ ''التبلیغ'' میں قسط وار شائع کئے جارہے ہیں۔ عرض سے مراد حضرت نواب قیصر صاحب کے تحریر کردہ کلمات اور ارشاد سے مراد حضرت جلال آبادی رحمہ اللہ کے جواب میں تحریر فرمودہ ارشادات ہیں (..................ادارہ)

مکتوب نمبر (۲۱) (مؤرخہ ۱۹؍ذی الحجہ ۱۴۱۱ھ)

عرض: مخدومی و مشفقی و محبی حضرت اقدس دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

ارشاد: مکرم زید مجدھم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

عرض: حضرت کے دونوں گرامی نامے موصول ہوگئے، بندہ کے استفسار پر حضرت نے خضوع خشوع اور تعبیر خواب سے متعلق جو تشریح فرمائی، الحمدللہ دونوں مسئلوں پر شرح صدر ہوگیا۔

ارشاد: یہ حسن عقیدت عظمتِ طریق کی علامت ہے، اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔

عرض: اطال اللہ بقائکم ونفعنابہٖ. (اللہ تعالیٰ آپ کی عمر دراز فرمائیں اور ہمیں اس سے نفع بخشیں)

ارشاد: آمین۔

عرض: بتوفیقِ ربِّ ذوالجلال اور ''بفیضِ مولوی ومعنوی اشرف علی قدس اللہ سرہٗ ونور اللہ مرقدہٗ ورحمہ اللہ'' کے مواعظ وملفوظات، تربیتُ السالک ودیگر تصانیف بندہ کے زیر مطالعہ ہیں۔

ارشاد: یہ ذوقِ مطالعہ اکابر کی سنتِ مبارک ہے، ہمارے اکابر مطالعہ ضرور فرماتے رہتے تھے، میرے حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے سامنے دو ایک کتابیں رہتی تھیں۔

عرض: اس لئے قدرے الحمدللہ اتنی سمجھ بوجھ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمادی ہے کہ اپنے مرشد کامل کے مسلک اور ذوق کی نشاندہی نصیب ہوگئی ہے۔

Idara Ghufran

ارشاد: کیا آنمکرم حضرت حکیم الامت مجدد الملۃ سے بیعت ہیں؟

☒ **عرض:** جناب کی تحقیقات بعینہٖ حضرت حکیم الامت مجدد ملت رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات محسوس ہوتے ہیں، اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔

ارشاد: نظر اپنی اپنی، ہر مرید اپنے اپنے مصلح کو کیا کیا القابِ عقیدت لکھتا ہے۔

☒ **عرض:** بندہ کی نظر میں اس دور میں جناب والا اس طریق کے محقق و مجدد ہیں۔ **اللّٰھم لک الحمدولک الشکر۔**

ارشاد: کیا محقق؟ بس اپنے حضرت کے سنے سنائے الفاظ بندہ نقل کر دیتا ہے، مجددیت کی بات ہی کہاں؟ توبہ توبہ دیکھئے! وہ بات جو احقر نے اوپر لکھی ہے سامنے آ گئی، اپنے اپنے مصلح کو، شیخ کو کیا کیا القاب دیتے ہیں آپ نے کیا جملہ استعمال فرمایا "محقق، مجدد، بندہ نہایت محجوب (شرمسار) ہوا، بعض صاحبان القاب زیادہ لکھتے ہیں، مثلاً شیخ الحدیث، حافظ، بندہ لکھ دیتا ہے نہ حافظ ہوں نہ شیخ الحدیث اور بھی کچھ اور الفاظ لکھ دیتے ہیں، بندہ کاٹ دیتا ہے۔

☒ **عرض:** بعض اوقات بندہ پر ضعف و نقاہت کا اس قدر غلبہ ہوتا ہے کہ عشاء کی نماز خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھنا دشوار ہو جاتا ہے۔

ارشاد: نہ زور لگانا ہو، نہ دشوار ہو جانا، سرسری نظر، دوگنا اجر۔

☒ **عرض:** بوجہ ضعف و اضمحلال تہجد بھی بایں سبب ناغہ ہو جاتا ہے، بالخصوص آج کل گرمیوں میں جبکہ راتیں چھوٹی ہوتی ہیں۔

ارشاد: کیا عشاء کے وقت ادا نہیں کی جاتیں، وہ ادا کرنا بس موجود ہے، پھر ملال کہاں؟

☒ **عرض:** یہ محض اللہ تعالیٰ کا جناب پر خاص فضل ہے جو بصورتِ کرامت میری نظر میں ہے کہ باوجود اس قدر ضعف و ناتوانی وعلالت کے اللہ تعالیٰ حضرت سے خدمتِ خلق، اصلاحِ اعمال، مجالسِ رشد و ھدایت، تلقین و تعلیم اور سلوک کے مشکل مسائل کا حل کرنا، سالکین و مریدین کے بڑھتے ہوئے کثیر تعداد مکتوبات کا بقلمِ خود جواب تحریر فرمانا، بلاریب! یہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہمت اور روحانی قوت کا نتیجہ ہے، اللہ تعالیٰ حضرت کو تاحیات بشمولِ ترقیِ باطن و درجاتِ جسمانی و روحانی قوت و توانائی دین کا کام لیتا رہے اور اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ (بقیہ صفحہ ۷۴ پر ملاحظہ کریں)

بسلسلہ : اصلاحُ العلماء والمدارس

ترتیب: مفتی محمد رضوان

علماء کا جہلاء کے ماتحت ہونا

(تعلیماتِ حکیم الامت کی روشنی میں)

✪......فرمایا: علماء کو عوام اور جہلاء کے تابع بن کر نہیں رہنا چاہئے، اس سے دین کی عظمت واحترام ان (عوام اور جاہل) لوگوں کے قلوب (دلوں) سے نکل جانے کا اندیشہ ہے، آج جو عوام کی ہمت اور جرأت بڑھ گئی ہے کہ وہ اہلِ علم کو حقیر سمجھتے ہیں، اس کا سبب یہ اہلِ علم ہی ہوتے ہیں، یہ سب علماء کے ڈھیلے پن (اور عوام کے تابع) ہونے کی بدولت ہے (تحفۃ العلماء ج۱ص ۲۴۶، از القول الجلیل ص۸۳)

معلوم ہوا کہ علماء کو عوام اور دینی علم سے بے بہرہ لوگوں کے ماتحت اور تابع نہیں بننا چاہئے، کیونکہ اس طرزِ عمل کی وجہ سے عوام کے دلوں میں علماء کی عظمت واحترام باقی نہیں رہتا، اور آج کے دور میں علماء کے خلاف جو عوام کی جرأت وہمت بڑھ گئی ہے کہ وہ علماء کو حقیر سمجھتے ہیں اس کا الزام ان علماء پر ہی عائد ہوتا ہے جو عوام کے تابع اور ماتحت بن کر رہتے ہیں✪ آج اگر ہم اپنے معاشرے پر نظر ڈالیں تو علماء کی طرف سے عوام اور جہلاء کے تابع اور ماتحت ہونے کی بے شمار مثالیں نظر آتی ہیں، چنانچہ عام طور پر مساجد کے امام وخطیب حضرات کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ جاہل عوام کے ماتحت ہو کر امامت وخطابت کے فرائض انجام دیتے ہیں، مسجد کی انتظامیہ کی طرف سے (جس میں عموماً غیر اہلِ علم بلکہ کھڑ پینچ قسم کے لوگ ہوتے ہیں) بہت سی پابندیاں تو عہدہ ملنے سے پہلے ہی لگ جاتی ہیں، جس کے نتیجہ میں حق بات کہنے اور باطل کے خلاف بولنے کی ہمت ہی نہیں ہوتی، اور کچھ پابندیاں صرف ان کا نفس لگوا دیتا ہے، کیونکہ ڈر ہوتا ہے کہ اگر ہم نے فلاں کام یا فلاں بات کی (جس کا شریعت کی طرف سے حکم ہے) تو انتظامیہ اور اہلِ محلّہ کو ناگوار گذرے گا، اور امامت وخطابت کا عہدہ ہاتھ سے چلا جائے گا، معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ اپنے عہدہ اور منصب کو برقرار رکھنے کے لئے ہوتا ہے، اسی سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس قسم کے علماء یا تو حقیقی معنیٰ میں عالم ہی نہیں ہوتے اور اگر ہوتے بھی ہیں تو امامت وخطابت کو پیشہ کے طور پر اختیار کرتے ہیں، ان کے پیشِ نظر دین کی خدمت نہیں ہوتی، یہی وجہ ہے کہ جب کسی مسجد میں امام وخطیب کی ضرورت ہوتی ہے

تو علماء وقراء حضرات پے در پے آ کر جاہلوں کو اپنا ممتحن بنا کر ان کے سامنے امتحان وانٹرویو دیتے ہیں، ان کے سامنے منت وسماجت کرتے ہیں، ان کے پیچھے پیچھے پھرتے ہیں، اور ان کی رضا وخوشنودی حاصل کرنے کے لئے کوئی لمحہ فروگزاشت نہیں کرتے، اور اگر کسی مسجد سے بغیر شرعی وجہ کے بلکہ شریعت ہی کی مخالفت کرتے ہوئے کسی امام وخطیب کو فارغ کر دیا جائے تو فوراً وہاں دوسرے اہلِ علم حضرات اپنی تقرری کے لئے پہنچ جاتے ہیں، اور ان کی پہلی اس حرکت کو بھی نہیں دیکھتے جو ایک اہلِ علم یا دینی علم یا شریعت کی تحقیر وگستاخی تک پہنچ چکی ہوتی ہے، انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ ایک عالم عوامُ الناس کی تابعداری اور ان کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر ساری زندگی کے لئے اپنی زبان پر حق بات سے خاموشی کا تالہ لگا لیتا ہے، جبکہ قدرت ہوتے ہوئے حق بات سے خاموش رہنے والے کو گونگا شیطان بتلایا گیا ہے''**الساکت عن الحق شیطان اخرس**''۔

ایک امام صاحب کے بارے میں نہایت ہی معتبر ذرائع وقرائن سے یہاں تک بھی معلوم ہوا جو کہ ہمارے قریبی علاقہ میں امامت کے عہدہ پر مدت دراز سے قائم ہیں کہ اگر ان سے کوئی مسئلہ معلوم کیا جاتا ہے تو وہ جواب دینے سے پہلے مسجد انتظامیہ کے صدر صاحب کی طرف دیکھتے ہیں، اگر صدر صاحب سر کے اشارہ سے مثبت جواب دے دیتے ہیں تو وہ مسئلہ کا جواب جائز ہونے کے ساتھ دیتے ہیں اور اگر صدر صاحب سر کے اشارہ سے منفی جواب دے دیتے ہیں تو یہ امام صاحب اس مسئلہ کا جواب ناجائز ہونے کے ساتھ دیتے ہیں،''**لاحول ولاقوۃ الاباللّٰہ العلی العظیم**''اس سے بڑھ کر مداہنت، تملق اور چاپلوسی کی اور کیا مثال ہوگی؟ اس واقعہ کے متعلق کسی کو جھوٹ یا غلط بیانی کا شبہ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اگر گہرائی کے ساتھ موجودہ حالات کا جائزہ لیا جائے تو اس قسم کی بے شمار مثالیں ملیں گی، ہم نے خود اس طرح کے واقعات کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے۔

اسی طرح دینی مدارس کے بعض مہتمم حضرات کا معاملہ ہے کہ وہ مالیات وغیرہ کے معاملہ سے متاثر ہو کر عوام الناس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ان کے ماتحت ہو جاتے ہیں اور مختلف طریقوں سے تملق، چاپلوسی اور مداہنت کا ارتکاب کرتے ہیں، کہیں مال ودولت والے جاہلوں کو صدر مقرر کر لیتے ہیں، کہیں ان کی صدارت، وزارت میں دینی جلسے وجلوس منعقد کرتے ہیں اور کہیں ان کو بڑے بڑے القابات واکرامات سے نوازتے ہیں، کہیں چندے کے حصول کے لئے مالداروں کے پیچھے پیچھے پھرتے

ہیں جس کی وجہ سے ان جہلاء کے دماغ آسمان سے باتیں کرنے لگتے ہیں، اور یہ علماء کے مقابلہ میں اپنے آپ کو بہت بڑی چیز سمجھنے لگتے ہیں، اسی سلسلہ میں حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''پس اول تو یہ چاہئے کہ علماء چندہ کا کام ہی نہ کریں اور اگر ایسا نہ کرسکیں تو کم از کم چندہ میں استغناء ہی کا طریقہ اختیار کریں کسی کی خوشامد اور للّو پپونہ کیا کریں'' (تحفۃ العلماء ج ۱ص ۱۷۶، از انفاسِ عیسیٰ ج ۱ص ۲۸۸)

اور اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ تمام علماء ان خرابیوں میں مبتلا ہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ اس قسم کے علماء کا بھی اس دور میں وجود کم نہیں، اور ہمارا خطاب بھی ایسے ہی علماء سے ہے، ورنہ اہلِ حق علماء کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی، اسی کی بدولت حق کا وجود اور بول بالا رہے گا۔لہٰذا مندرجہ بالا طرزِ عمل اور حرکات کے مرتکب خطباء، ائمہ، مہتممین و مدرسین اور دیگر علماء حضرات سے درخواست ہے کہ خدارا اپنے طرزِ عمل کو تبدیل کیجئے، توکل، خوفِ الٰہی اور فکرِ آخرت پیدا کیجئے، اور دنیا کے عہدوں اور مال و دولت کی خاطر اپنے اصل منصب کو فروخت مت کیجئے، روکھی سوکھی کھا پی کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجئے اور حق کا دامن ہرگز نہ چھوڑیئے، پھر دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ کیسی نعمت سے نوازتے ہیں، جس کے سامنے کسی دنیوی مالدار کی مالداری اور دنیوی عہدہ والے کا عہدہ کوئی حیثیت نہیں رکھے گا، اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں۔آمین۔

(بقیہ متعلقہ صفحہ ۴۰ حضرت صالح علیہ السلام)

اس روایت کے مطابق قوم کے ہلاک ہونے کے بعد آپ نے مومنین سے فرمایا کہ ساتھیو! اس خطۂ زمین اور اس کے نافرمان باسیوں پر اللہ کا عذاب نازل ہوا ہے لہٰذا اس علاقے سے کنارہ کشی کرو اور اللہ تعالیٰ کے حرم میں پناہ لو اور امان پاؤ، پس اہلِ ایمان وہیں سے حج کا احرام باندھ کر آپ کے ساتھ عازمِ حرم ہوئے اور پھر یہیں حدودِ حرم میں آباد ہوگئے اور یہیں ان کو موت آئی، حضرت وھب بن منبہ کعبہ کی مغربی جانب ان کے قبروں کی جگہ کی بھی نشاندہی کیا کرتے تھے، چونکہ حضرت وھب گذشتہ کتبِ سماوی کے بہت بڑے عالم اور اسرائیلیات کے ماہر تھے، اس لئے شاید گذشتہ کتب میں یہ تفاصیل مذکور ہوں جس کی انہوں نے خبر دی۔قومِ ثمود کے ایک آدمی ابورغال تھے جو عذاب کے وقت حرمِ مکہ آئے ہوئے تھے اسلئے اس عذاب سے بچ گئے، پھر جب یہ حدودِ حرم سے باہر آئے تو اس پر بھی عذاب نازل ہوا اور یہ وہیں ڈھیر ہوگیا، لیکن ابورغال کے بارے میں تھوڑا سا اختلاف ہے۔ (جاری ہے............)

علم کے مینار مولوی طارق محمود

مسلمانوں کے علمی کارناموں و کاوشوں پر مشتمل سلسلہ

حکیم محمد بن زکریا الرازی

مسلمانوں نے اپنے عروج و اقبال کے دور میں جن علوم کو اپنے خونِ جگر سے سینچا، پروان چڑھایا اور کمال تک پہنچایا، ان میں علمِ طب بہت اہم اور نمایاں علم ہے، اس میدان میں اسلامی تاریخ میں بوعلی سینا کا بہت بڑا کام اور اس کی وجہ سے بہت بڑا نام ہے، لیکن اس میدان میں حکیم محمد بن زکریا الرازی کو ابن سینا پر تقدم اور سبقت حاصل ہے، اور درحقیقت ابنِ سینا کی طبی خدمات اور کارنامے حکیم رازی ہی کے کام کی تکمیل کرتی ہیں، جیسا کہ کہا گیا ہے ''جب یہ علم نہیں تھا تو بقراط نے اسے جنم دیا، جب یہ مر گیا تو جالینوس نے حیاتِ نو بخشی، جب یہ بکھر گیا تو حکیم رازی نے سمیٹا، اور یہ ناقص تھا تو ابنِ سینا نے اس کی تکمیل کی''

بہرحال حکیم رازی ہی زمانۂ اسلام میں طب کے وہ امام اور مجدد ہیں، جنھوں نے اپنے تجربات و تحقیقات اور خداداد صلاحیتوں سے طب کی وہ شاہراہ فراہم کی جس پر آنے والے زمانوں میں مسلمان حکماء رواں دواں اور دوڑتے نظر آتے ہیں۔

✪......ولادت

حکیم رازی ایران میں ''رے'' (Ray) کے مقام پر 864ء میں پیدا ہوا [۱] شروع میں اس کو موسیقی سے دلچسپی تھی، لیکن جلد ہی اس نے اپنی دلچسپی کا محور علمِ طب، ریاضی، علم الافلاک اور فلاسفی کو بنالیا، اور ان علوم کو سیکھ کر اس نے بڑا نام کمایا، اور انہی علوم کے حوالے سے اس کی شہرت دنیا بھر میں پھیلی۔

✪......ابتدائی زندگی

اپنی عمر کے ابتدائی دور میں اس نے علوم کی تحصیل حنینؒ بن اسحاق کے ایک شاگرد سے کی، جو یونانی، ایرانی اور ہندوستانی طریقۂ طب اور دیگر مضامین میں ماہر تھا، اس کے علاوہ اس نے علی بن ابان سے بھی استفادہ کیا۔

علمِ طب کا عملی تجربہ اس نے بغداد کے مشہور ''مقتدری ہسپتال'' میں حاصل کیا، جہاں اس کو علمِ طب میں بڑی ترقی حاصل ہوئی، نوعمری ہی میں اس نے علمِ طب اور علم الکیمیا کے ماہر ہونے کی حیثیت سے فوقیت حاصل کرلی

---

[۱] ''رازی'' رے کے رہنے والوں کی خلافِ قیاس علاقائی نسبت ہے، جیسے ہراتؔ والوں کی نسبت ''ہروی'' ہے، ان دونوں علاقوں میں بڑی بڑی باکمال اور ہرفن مولا ہستیاں پیدا ہوئیں، تاریخ میں ان کے نام کے ساتھ یہی علاقائی نسبتیں ملتی ہیں۔

علم کی تحصیل کے بعد عملی زندگی کا آغاز حکیم رازی نے ''رے'' کے پہلے شاہی ہسپتال سے کیا، جس کا پہلا سربراہ حکیم رازی ہی مقرر ہوا، لیکن جلد ہی بغداد کے مشہور ''مقتدری ہسپتال'' کا سربراہ مقرر ہونے کی وجہ سے اس کو ''رے'' چھوڑ کر بغداد آنا پڑا [۱] اور کافی عرصے تک حکیم رازی نے ''مقتدری ہسپتال'' کے سربراہ کی حیثیت سے کام کیا۔

✪......حکیم رازی کی علمی خدمات

حکیم رازی ایک ماہر طبیب، کیمیادان اور فلاسفر تھا، اس کی خدمات اتنی اہم ہیں کہ ان کا صرف ابن سینا ہی کی خدمات سے مقابلہ کیا جاسکتا ہے، اسی لئے اس کو اسلامی دنیا کا ایک بڑا طبیب مانا جاتا ہے۔

اس نے مختلف امراض پر متعدد رسالے لکھے اور طب کے دستور العمل پر کئی بڑی کتابیں لکھیں، حکیم رازی کے نظامِ طب ومعالجہ (Madical System) کا ایک خاص پہلو یہ تھا کہ اس میں صحیح اور باقاعدہ خوراک کی رعایت رکھی گئی اور اس پر بہت زور دیا گیا ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ اس نے صحت پر نفسیاتی پہلوؤں کے اثرات کو بھی واضح کیا ہے، اس نے مجوزہ علاج معالجے پہلے جانوروں پر آزمائشی طور پر استعمال کئے، تاکہ اس کے مثبت اور منفی اثر کا صحیح طور پر اندازہ ہوسکے، حکیم رازی ایک ماہر جراح بھی تھا، وہ پہلا جراح تھا جس نے افیون کو عضو یا جسم کو بے حس کرنے کے لئے (یعنی Anaedthesia کے طور پر) استعمال کیا۔

حکیم رازی نے علم طب کے ساتھ ساتھ علمِ کیمیا کو بھی اپنے تجربات کا میدان بنایا، اس نے جابر بن حیان کی کیمیا کے فروغ وترقی کو جانے بغیر از خود علمِ کیمیا کو ترقی دی، اور کیمیائی تفتیش میں استعمال ہونے والے تقریباً بیس آلات کو بیان کیا، اور ان کے نمونے اور ڈیزائن بتائیں، اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کمال کیا کہ کیمیائی معلومات کو سادہ اور قابلِ فہم زبان میں بیان کیا، حکیم رازی نے مختلف چیزوں کو پودے، حیوانات، معدنیات میں تقسیم کیا اور اس تقسیم سے اس نے ایک طرح سے نامیاتی اور غیر نامیاتی (Inorganiz and Organiz) کیمیا کے لئے راستہ ہموار کیا، اور یہ تقسیم بڑی حد تک اب بھی قائم ہے، حکیم رازی نے گندھک کا تیزاب اور کچھ دوسرے تیزاب بھی بنائے، نیز اس نے میٹھی چیزوں کا خمیر اٹھا کر اس (Fermentation) سے الکوحل تیار کی...... علمِ طب اور علمِ کیمیا کے ساتھ فلسفے میں بھی وہ ایک ماہر فلاسفر کی حیثیت سے ابھرا، لیکن اس کے فلسفے میں یونانی فلسفے کی آمیزش ہونے کی بنا پر اہلِ علم

---

[۱] مقتدری کی نسبت خلیفہ مقتدر باللہ کی طرف ہے، جس نے یہ عظیم شفاخانہ قائم کیا تھا۔

نے اس کے فلسفی نظریات کو قبول نہیں کیا۔

✪......حکیم رازی کی تصانیف

حکیم رازی ایک کثیر التصانیف مصنف تھا، اس نے کئی مضامین پر بڑے وسیع اور یادگاری مقالے لکھے، 200 سے زائد ممتاز سائنسی تصانیف اور پرچوں کی تصنیف کا سہرا اس کے سر پر ہے، ان تصانیف میں سے آدھی علمِ طب سے متعلق ہیں، جبکہ 21 علمِ کیمیا کے میدان میں ہیں اس نے علمِ طبیعات، ریاضی، علم الافلاک اور علم بصریات پر بھی کچھ لکھا لیکن ان علوم کی تحریریں محفوظ نہ رہ سکیں، اس کی کئی کتب مختلف یورپین ممالک میں چھپ چکی ہیں، اس کی کتب کی فہرست مندرجہ ذیل ہے:

✪ ''کتاب المنصوری'' اس کتاب کا لاطینی زبان میں ترجمہ پندرہویں صدی عیسوی میں ہوا، یہ دس حصوں پر مشتمل ہے اس میں یونانی وعربی طب سے متعلق کافی وسیع معلومات ہیں اس کتاب کے کچھ حصے یورپ میں علیٰحدہ علیٰحدہ بھی شائع ہوئے ہیں ✪ ''کتاب الجداری والحسبۃ'' یہ چیچک اور خسرہ پر پہلا بڑا مقالہ تھا، یہ حکیم رازی کے اپنے ذاتی علم اور تجربات پر مشتمل ہے اس کا مختلف یورپین زبانوں میں ترجمہ ہوا ہے ✪ ''الحاوی'' طب کی سب سے بڑی لغت، قاموس اور انسائیکلوپیڈیا ہے، اس میں ہر قسم کی طب وادویہ کے عنوان پر تمام اہم معلومات جو یونانی اور عربی ذرائع میں موجود تھیں جمع کی گئی ہیں، اس معلومات کے آخر میں اس کی اپنی رائے اور تبصرے (Remarks) بھی تھے جو اس کے اپنے تجربات اور نظریات پر مبنی تھے ✪ ''کتاب الاسرار'' اس میں کیمیائی مادے اور اس کو استعمال میں لانے کے بارے میں بتایا گیا ہے ✪ ایک کتاب لاطینی زبان میں ''لائبر ایکس پیری فسٹورم (LiberExperimentoum) کے نام سے ترجمہ ہوئی ہے ✪ الملوکی ✪ مقالہ فی الحصاۃ فی الکلی والمثانہ ✪ کتاب القلب ✪ کتاب المفاصیل ✪ کتاب العلاقۃ والغرابہ ✪ بارالسعہ ✪ التقسم والتخصیر ✪ جامع فی الطب

حکیم رازی کی کتب کی چالیس کے قریب دستاویزات ایران، پیرس، برطانیہ، رام پور اور بنکی پور کی لائبریریوں اور عجائب خانوں میں ابھی تک موجود ہیں۔

✪......وفات

وقتاً فوقتاً مختلف شہروں میں آتے جاتے رہنے کے بعد بالآخر حکیم رازی اپنے آبائی شہر ''رے'' آ گیا، اور یہیں پر 930ء میں اس کی وفات ہوئی، اس کا نام آج بھی یادگار کے طور پر ''جدید رازی انسٹیٹیوٹ (واقع تہران، ایران) کے ساتھ وابستہ ہے۔

تذکرۂ اولیاء

مفتی محمد امجد

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ (پانچویں وآخری قسط)

......شاہانِ وقت کا حضرت خواجہ سے اظہارِ عقیدت

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ کی روحانی فتوحات کے بعد سلطان شہابُ الدین غوری کی جہادی فتوحات کے نتیجے میں ہندوستان کے طول وعرض میں وسیع اسلامی حکومت کی نبیاد پڑی تو سلطان شہابُ الدین غوری نے اپنے وفادار غلام، آزمودہ کار سپاہی اور جانثار جرنیل قطبُ الدین ایبک کو اپنے نائب کی حیثیت سے یہاں کا حاکم مقرر کیا جو سلطان غوری کی شہادت کے بعد بالاتفاق ہندوستان کا سلطان مقرر ہوا، قطبُ الدین ایبک کو حضرت خواجہ کا عقیدت مند بتلایا گیا ہے، لیکن خواجہ صاحب کے ساتھ ان کی ملاقات سے تاریخ خاموش ہے، اور سلطان ایبک کی طرف سے اجمیر کے حاکم میر حسین خنگ سوار تو حضرت خواجہ کے مخلص وباصفا مرید تھے، سلطان ایبک کے بعد اس کے جانثار جرنیل اور وفادار غلام سلطان شمس الدین التمش سریر آرائے سلطنت ہوئے، التمش بغایت دیندار، پرہیز گار اور بیدار مغز بادشاہ تھے، حضرت خواجہ صاحب کے خلیفہ اعظم خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سے ارادت وعقیدت کا رشتہ تھا اور خواجہ معین الدین رحمہ اللہ کی بھی غایت تعظیم کرتے اور محبت کا دم بھرتے تھے، اور خواجہ قطب الدین نے اس بادشاہ وقت کو اپنا خلیفہ ومجازِ بیعت بھی بنایا تھا، حضرت خواجہ معین الدین بھی اس درویش صفت بادشاہ کو جو اِن کے خلیفہ کا خلیفہ تھا، بہت عزیز ومحبوب رکھتے تھے، سلطان موصوف کی پاکبازی عبادت گزاری اور تقویٰ وطھارت پر خواجہ قطب الدین کی وصیت کا واقعہ شاہدِ عدل ہے کہ خواجہ کاکی نے اپنا جنازہ پڑھانے کے لئے تقویٰ وطھارت کی چند کڑی شرائط مقرر کی تھیں، جنازہ کے وقت جب وہ وصیت نامہ سنایا گیا تو بادشاہ ہی تقویٰ کی ان شرائط کے حامل نکلے، پس بادشاہ نے ہی اپنے مرشد خواجہ کاکی کا جنازہ پڑھایا۔

چوں فقر در لباس شاہی آمد   زتدبیر عبید اللّٰہی آمد

آں مسلماناں کہ میری کردہ اند   در شہنشاہی فقیری کردہ اند

حضرت خواجہ معین الدین چشتی، خواجہ قطب الیدن بختیار کا کی اور سلطان شمس الدین التمش تینوں کی وفات یکے بعد دیگرے تھوڑے تھوڑے وقفے سے ہوئی، کس کی پہلے ہوئی کس کی بعد میں؟ اس کے متعلق مؤرخین اور تذکرہ نگاروں کے بیانات مختلف ہیں، دونوں مشائخ کا سالِ وفات عام طور پر ٦٣٣ھ مشہور ہے، دیگر قرائن سے یہی سنِ وفات راجح معلوم ہوتا ہے۔

......حضرت خواجہ کی وفات کے بعد آپ کے عقیدت مند سلاطین

یہ تو زندگی میں حضرت خواجہ کا فیض تھا کہ ہندوستان کی حکومت پر درویش صفت سلاطینِ غلاماں آتے رہے اور اسلام کی رونق بڑھاتے رہے ......وفات کے بعد بھی مختلف زمانوں میں ہندوستان کے اولوالعزم سلاطین ایصالِ ثواب کے لئے آپ کے مزار پُر انوار پر حاضری دیتے رہے اور عقیدت کا دم بھرتے رہے اور آپ کے وجود باجود کو ہندوستان کے لئے سرمایۂ فخر سمجھتے رہے ...... چند مشہور سلاطین جن کے آپ کے مزار پر حاضری دینے اور یہاں تعمیرات کرنے کے تذکرے تاریخ میں محفوظ ہیں یہ ہیں۔

......سلطان جلالُ الدین خلجی سلطانِ مالوہ

سلطنتِ مالوہ کے بادشاہ سلطان جلالُ الدین خلجی جس کو معاصر ہندو ریاستوں سے سخت سے سخت معرکے پیش آئے اور اس نے اسلام کا پرچم سرنگوں نہ ہونے دیا اس نے آپ کے مزار پر حاضری دی ایصالِ ثواب کیا اور یہاں تعمیرات کرائیں، درگاہ کے قریب مسجد صندل خانہ اور بلند دروازہ اسی سلطان کی یادگار ہیں۔

......مغلِ اعظم جلالُ الدین اکبر

اکبر ہند کی تاریخ میں اپنے خود ساختہ دینِ الٰہی اور ملحدانہ عقائد کی وجہ سے بدنام نامور ہے، لیکن یہ تبدیلی اور بگاڑ اس کی زندگی میں بعد کو آیا، ابتداء میں اس کی شاہانہ زندگی دینی اعتبار سے بھی قابلِ رشک تھی، نماز، روزے کا اہتمام، حدود اللہ کا احترام اس کی زندگی کا جزوِ لازم تھا، اور خود اپنے زمانہ کے مشہور چشتی بزرگ شیخ سلیم چشتی رحمہ اللہ کا معتقد و ارادت مند تھا...... اکبر لاولد تھا، شیخ موصوف سے اولاد کے لئے دعاء کرانے حاضر خدمت ہوا، اللہ تعالیٰ نے اولادِ نرینہ کی نعمت عطا فرمائی تو شیخ موصوف کا پہلے سے بھی زیادہ عقیدت مند ہو گیا اور شیخ ہی کے نام پر شہزادہ کا نام سلیم رکھا جو بعد میں جہانگیر کے نام سے تاجدارِ ہند بنا......اکبر شہزادہ سلیم کو پیار سے شیخو بابا کہا کرتا تھا، شائد یہ بھی شیخ موصوف کی نسبت سے ہو (سنا ہے

شیخو پورہ کا نام شہزادہ سلیم کے اسی لقب شیخو کی نسبت سے مشہور ہوا، غالبًا اس علاقے میں شہزادہ سلیم کی آمد اور قیام رہا ہے) شیخ سلیم کی نسبت اکبر کو خواجہ معین الدین رحمہ اللہ سے بھی نہایت عقیدت ہوگئی تھی، وہ کئی مرتبہ آگرہ سے اجمیر آتا رہا اور سنا ہے کہ آگرہ سے اجمیر کا پاپیادہ سفر بھی کیا ہے اگر یہ واقعہ حقیقت ہے تو جوشِ محبت کا اثر ہوگا۔ اکبر نے اجمیر میں کئی تعمیرات کرائیں اور عظیم الشان عمارات بنوائیں، اکبری مسجد بھی اکبر کی انہی یادگاروں میں سے ایک ہے، آگرہ سے اجمیر شاہراہ پر پختہ کنویں اور مینار تعمیر کرائے۔

✪......جہانگیر کی اجمیر میں حاضری

جہانگیر کو اپنے باپ اکبر سے تاج وتخت کے ساتھ ساتھ حضرت خواجہ سے عقیدت ومحبت بھی ورثہ میں ملی، تزک جہانگیری میں اجمیر کے حالات وواقعات جہانگیر نے بالتفصیل لکھے ہیں، خواجہ کی درگاہ پر ایصالِ ثواب اور اظہارِ عقیدت کے لئے جہانگیر کی بار بار حاضری ہوتی رہی، یہاں کی دو بڑی دیگوں میں سے ایک جہانگیر ہی کی یادگار ہے (اس دیگ میں ساٹھ من غلہ پکنے کی گنجائش ہے)

✪......شاہجہاں کی عقیدت مندی

اکبر وجہانگیر کی خواجہ کے ساتھ عقیدت مندی کی روایت کو جہانگیر کے بیٹے شہزادہ خرم یعنی شاہجہان بادشاہ نے بھی نبھایا، شہزادگی اور بادشاہی دونوں زمانوں میں اس کا کئی بار یہاں آنا ہوا۔

✪......اورنگزیب عالمگیر کی حاضری

اورنگزیب عالمگیر رحمہ اللہ مغل تاجداروں میں دینی ودنیوی دونوں لحاظ سے سب سے ممتاز تھا، وہ دولت دین وفقر سے مالا مال اور دین محمدی کا رکھوالا اور حدود شرع کا محافظ تھا، حضرت خواجہ کے مزار پُر انوار پر فاتحہ پڑھنے ایک سے زیادہ دفعہ اُس کا آنا ہوا اور یہاں تعمیرات بھی کیں، صندل خانہ کی مسجد بھی سلطان موصوف نے وسیع کرائی اس طرح یہ مسجد عالمگیری کہلانے لگی۔

✪......امیر حبیبُ اللہ خان شاہِ افغانستان کی حاضری

امیر موصوف 1907ء میں درگاہ خواجہ پر فاتحہ پڑھنے حاضر ہوئے تھے۔

✪......دیگر والیانِ ریاست کی حاضری

انگریزی دور میں ہندوستان کے طول وعرض میں پھیلی ہوئی اکثر ہندو مسلم، سُنّی، شیعہ ریاستوں کے والی

وحکام بھی یہاں حاضری کی رسم بجالاتے رہے۔

✪......انگریز حکام کی حاضری

طبقہ اشرافیہ اور حکامِ وقت کی اس درگاہ پر حاضری کی روایت اپنی قدامت کی وجہ سے اتنی مستحکم ہوگئی تھی کہ غلام ہندوستان کے بدیسی سامراجی حکمران بھی اس کو ایک سیاسی فریضہ ومصلحت تسلیم کئے بغیر نہ رہ سکے، اور مختلف انگریز وائسرائے یہاں نیازمندی کا اظہار کرتے ہوئے حاضری دیتے رہے، متدین اور صحیح العقیدہ مسلمان سلاطین تو یہاں ایصالِ ثواب اور فیوضات وبرکات کا وسیلہ بنانے کی جائز ومباح غرض سے حاضری دیتے آئے تھے لیکن یہ روایت مدتِ مدید تک جب جاری رہی تو نیک صالح اور فاسق، فاجر اور مسلم وکافر ہر بادشاہ نے یہاں حاضری کو اپنے سیاسی مذہب اور وسیعُ المشربی کی ناگزیر ضرورت سمجھا، ہوسکتا ہے بہت سے نیازمندانہ بھی حاضری دیتے ہوں لیکن اس طرح سیاسی چیزوں میں مصالح وقت کا بھی بہت بڑا حصہ ہوتا ہے خصوصاً انگریزی ہندوستان میں بہت سے انگریز وائسرائے اور کٹھ پُتلی والیانِ ریاست جس اہتمام سے حاضری دیتے رہے اس سے سابقہ مسلمان سلاطین کی یہ روایت جو عقیدت ومحبت کی بنیاد پر چلی تھی اب رسمیت وسیاست کا حصہ بن گئی۔ مشہور وائسرائے ہند لارڈ کرزن نے کسی موقع پر کہا تھا:

> ''میں نے اپنی زندگی میں دو بزرگ ایسے دیکھے ہیں جو اپنی وفات کے بعد بھی لوگوں پر اس طرح حکومت کرتے ہیں گویا بنفسِ نفیس ان کے درمیان موجود ہیں، ان میں سے ایک خواجہ معینُ الدین اجمیری ہیں اور دوسرے شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر ہیں'' (تذکرہ خواجہ اجمیری ص ۲۸)

✪......حضرت خواجہ کے ملفوظات

حضرت خواجہ کے مواعظ وملفوظات آپ کے خلیفہ اعظم حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے ''دلیل العارفین'' کے نام سے مرتب فرمائے، دلیل العارفین تصوف کی مایہ ناز کتاب شمار ہوتی ہے اس میں خواجہ کاکی رحمہ اللہ نے بارہ مجالس کے ملفوظات جمع کئے ہیں، ہر مجلس میں خواجہ کے معتقدین ومتوسلین اور معاصر مشائخ میں سے جو سربرآوردہ وقابلِ ذکر حضرات شریک ہوئے، نام بنام خواجہ کاکی نے ان کا بھی ذکر فرمایا ہے۔

مثلاً پہلی مجلس بغداد میں فقہ حنفی کے مشہور امام ابواللیث سمرقندی رحمہ اللہ کی مسجد میں منعقد ہوئی، اس مجلس میں شیخُ الشیوخ شہابُ الدین سہروردی، شیخ بُرہانُ الدین چشتی اور شیخ داؤد کرمانی علیہم الرحمہ جیسے کُبّار مشائخ شریک تھے۔

اس مجلس میں خواجہ صاحب نے خواجہ قطب الدین کو بیعت فرمایا اور خرقہ عطا فرمایا جو کلاہِ چہار تر کی کہلاتا تھا [۱]، آٹھویں مجلس میں مشائخِ چشت کے اوراد و وظائف بیان ہوئے ہیں جو آپ نے خواجہ کا کی کو تلقین فرمائے اس طرح تمام مجالس میں خواجہ نے شریعت وطریقت اور فقہ وتصوف کے جو جو نکات ارشاد فرمائے وہ منقول ہیں......ایک ملفوظ میں ارشاد فرمایا:

> عاشق کا دل آتشِ محبت سے دہکتا رہتا ہے، اس میں جو خیال آتا ہے خاکستر ہو جاتا ہے اور آنے والی چیز نابود ہو جاتی ہے کیونکہ آتشِ محبت سے زیادہ کسی اور آگ میں تیزی نہیں، بہتی ندیوں کے پانی کی آواز سنتے ہوئے کیسا شور ہوتا ہے لیکن جب دریا میں پہنچتا ہے تو خاموش ہو جاتا ہے

✪......وفات حسرت آیات

آپ کے سالِ وصال میں اختلاف ہے، اکثر تذکرہ نگاروں نے ۶۳۳ھ ہجری ماہِ رجب ذکر کیا ہے، (خزینۃ الاصفیاء، مونس الارواح، اخبارُ الاخیار) مونس الارواح میں ہے کہ سن مذکور میں چھ رجب سوموار کے دن آپ نے رحلت فرمائی۔ سرمد قلندر کی ذیل کی رباعی سے بھی ۶۳۳ھ کا سن ہی نکلتا ہے۔

شد ز دنیا چو در بہشت بریں — مرشد متقی معین الدین
گفت تاریخ رحلتش سرمدؔ — محرم دل ولی معین الدین
۶۳۳ھ

اخبارُ الاخیار میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے آپ کے تذکرے میں لوگوں کا بیان نقل فرمایا ہے کہ خواجہ اجمیری کی وفات کے بعد آپ کی پیشانی پر یہ نقش ابھرا ہوا تھا (شائد کوئی لطیف غیر مرئی نقش ہو جو اہلِ بصیرت کو نظر آیا ہو) ''حَبِیبُ اللہ مَاتَ فِیْ حُبِّ اللہ'' ترجمہ: اللہ کا حبیب اللہ کی محبت میں چل بسا۔

مأخذ ومراجع

تذکرہ حضرت خواجہ اجمیری (طالب ہاشمی) اخبارُ الاخیار (شیخ عبدالحق محدّث دہلوی) تاریخ دعوت وعزیمت (ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ) بزمِ صوفیہ (صباح الدین عبدالرحمان) جغرافیہ خلافتِ مشرقی (ایچ جی ولز) اسلامی انسائیکلوپیڈیا (قاسم محمود)

---

[۱] چہار تر کی کلاہ جو چشتی مشائخ اپنے مجازین کو عنایت فرماتے تھے، اس کا مقصد خواجہ عثمان ھارونی نے خواجہ معین الدین علیہ الرحمہ کو خرقہ عنایت فرماتے ہوئے اپنے مرشد حاجی شریف زندانی علیہ الرحمہ کے حوالے سے یہ بیان فرمایا:

> مراد از کلاہِ چہار تر کی چار ترک است، اول ترک دنیا، دوم ترک عقبیٰ وسوائے ذاتِ حق مقصود دیگر نداری سوم ترک خور وخواب مگر قدرے برائے سدّ رمق است کہ از ضروریات است، چہارم ترک خواہش نفس یعنی ہر چہ کر بگوید خلاف کسی وہر چہ ایں چہار چیز ترک کند پوشیدن کلاہ چہار تر کی باو سزاوار است (تذکرہ خواجہ ص ۸۱)

Idara Ghufran

پیارے بچو! مفتی محمد رضوان

ملک وملت کے مستقبل کی عمارت گری وتربیت سازی پر مشتمل سلسلہ

پیسے اور صحت کی بربادی

پیارے بچو! چھوٹے بچوں کو بازاروں اور دکانوں سے چیزیں خرید خرید کر کھانے کا بہت شوق ہوتا ہے مختلف قسم کی چیونگمیں، ٹافیاں اور چاکلیٹیں بچوں کو بہت پسند ہوتی ہیں، بازار اور دکانوں میں بچوں کے کھانے پینے کے لئے نئی نئی طرح کی چیزیں آتی رہتی ہیں، اوران چیزوں کو لینے کے لئے ظاہر ہے کہ بچوں کو پیسوں کی بھی ضرورت ہوتی ہے اس لئے چھوٹے بچے پیسوں کے بھی شوقین ہوتے ہیں۔

لیکن بچو! تمہیں یہ پتہ نہیں کہ یہ چیزیں صحت کے لئے کتنی نقصان دہ ہیں بہت سی بیماریاں ان چیزوں کے کھانے پینے سے ہی پیدا ہوتی ہے تم نے دیکھا ہوگا کہ آج کل چھوٹے چھوٹے بچوں کے دانت خراب ہوجاتے ہیں، ان میں کیڑے لگ جاتے ہیں، دانتوں میں درد رہتا ہے، جس کی وجہ سے سر میں بھی درد ہونے لگتا ہے، ان چیزوں کے زیادہ کھانے پینے سے گلا خراب ہوجاتا ہے، جس کی وجہ سے پھر جسم میں درد اور بخار جیسی بیماریاں پیدا ہوجاتی ہیں۔

بچو! یہ چیزیں صحت اور تندرستی کا خیال کرتے ہوئے تو تیار نہیں کی جاتیں بلکہ صرف ذائقہ اور لذت کو سامنے رکھ کر بنائی جاتیں ہیں، تاکہ بچوں کو زیادہ سے زیادہ پسند آئیں، اور وہ خرید خرید کر خوب کھائیں، یہ چیزیں بنانے اور تیار کرنے والے تو صرف پیسے کمانے کی فکر میں رہتے ہیں، اسی لئے زیادہ سے زیادہ بچت کرنے اور خوب پیسے کمانے کے لئے وہ خراب اور گھٹیا چیزیں ڈال کر یہ چیزیں تیار کرتے ہیں، اوران چیزوں کو بناتے وقت صفائی ستھرائی کا بھی خیال نہیں کرتے، بازار اور دکانوں کی ان چیزوں کے زیادہ کھانے سے بچوں کے پیٹ اور معدے بچپن ہی سے خراب ہوجاتے ہیں، قبض ہونے لگتا ہے، ہاضمہ خراب رہتا ہے، بھوک بھی نہیں لگتی جس کی وجہ سے کھانا بھی صحیح طرح نہیں کھایا جاتا اور اس طرح جسم میں صحیح طاقت پیدا نہیں ہوتی، بچے جسمانی اور دماغی اعتبار سے کمزور ہوجاتے ہیں اور جلدی بڑے نہیں ہو پاتے ✪......ڈاکٹروں کی طرف سے ان باتوں کا بار بار تذکرہ سامنے آتا رہتا ہے ✪......اوپر سے جو پیسہ ان چیزوں میں خرچ کیا جاتا ہے اس کا نقصان الگ ہے ✪......**بچو!** کبھی آپ نے غور کیا کہ یہ پیسہ جو تم فضول چیزوں پر خرچ کرتے

Idara Ghufran

ہوا گر تم اس کو بچا کر رکھو اور جمع کرو تو تھوڑے دنوں میں تمہارے پاس بہت سارے پیسے جمع ہو سکتے ہیں جس سے پھر تم اپنے لئے قیمتی اور کار آمد چیزیں خرید سکتے ہو، اور کچھ نہ بھی خرید و تو بڑے ہونے کے بعد یہ پیسہ تمہارے بہت کام آ سکتا ہے اور اگر بڑے ہونے تک جمع کر کے نہ رکھ سکو، تب بھی فضول چیزوں میں خرچ کرنے کے بجائے اس پیسہ سے تم کھانے پینے کی ایسی چیزیں خرید سکتے ہو جو تمہارے جسم، دماغ اور صحت کے لئے بہت فائدہ مند ہوں، جیسے مختلف قسم کے پھل، دودھ، مکھن، گھی اور اس جیسی طاقت پیدا کرنے والی دوسری چیزیں۔ پہلے زمانے میں بچوں کو جو پیسے ملتے تھے وہ کسی گلہ یا بکس میں جمع کر کے رکھے جاتے رہتے تھے، اور آج کل کی طرح بچے آزاد نہیں تھے، کہ پیسوں کو جہاں چاہا جب چاہا اور جس چیز میں چاہا خرچ کر دیا، بلکہ آج کل تو بڑوں کو بھی تمیز نہیں رہی، وہ خود ہی چھوٹوں کو پیسے خرچ کرنے کے لئے دیتے ہیں، پہلے زمانے میں بچے اپنے پاس بہت پیسے جمع کر لیا کرتے تھے، جب کچھ پیسے جمع ہو جاتے تھے تو ان کے گھر والے ان بچوں کے لئے اُن پیسوں سے اصلی گھی لے آیا کرتے تھے، اور روٹی سالن وغیرہ کے ساتھ روزانہ بچے وہ اصلی گھی کھایا کرتے تھے، یا روزانہ ان پیسوں سے بچوں کے لئے دودھ آ جایا کرتا تھا، یا پھر بادام اور اس جیسی طاقت کی دوسری چیزیں آ جایا کرتی تھیں، اور یہ ساری چیزیں بچوں کی صحت کے لئے بہت فائدہ مند ہوتی تھیں جس کی وجہ سے ایک طرف تو بچوں کی صحت اچھی رہتی تھی اور دوسری طرف بیماریوں سے بھی حفاظت رہتی تھی اور ماں باپ اور دوسرے گھر والوں کو بھی سکون ہوتا تھا، اور بچوں کا دماغ اور حافظہ بھی مضبوط ہوتا تھا، اسی وجہ سے پہلے زمانے کے بچے تعلیم اور پڑھائی میں بہت تیز ہوتے تھے، اور ایک آج کل کے آزاد بچے ہیں کہ نہ پیسہ کی حفاظت ہے اور نہ صحت کی، اور نہ ان کا دماغ تیز ہے اور نہ ان کے جسم میں طاقت ہے، بچے بیمار ہوتے ہیں تو بیماری کی دوا اور علاج پر بہت پیسہ اور وقت خرچ ہوتا ہے، پڑھائی کا حرج ہوتا ہے، اور گھر والے الگ پریشان ہوتے ہیں۔

اور بچو! یہ بات بھی ہمیشہ کے لئے یاد رکھو کہ بچپن میں جو صحت خراب ہو جاتی ہے اور بچے کمزور ہو جاتے ہیں اس کا نقصان ساری زندگی محسوس ہوتا ہے، پھر بڑے ہونے کے بعد سمجھ آتی ہے اور بچپن میں پیسے اور صحت برباد کرنے پر افسوس ہوتا ہے مگر اب کیا ہو سکتا ہے، بچپن کا زمانہ تو واپس لوٹ کر نہیں آ سکتا۔

اس لئے بچو! آپ کو چاہئے کہ پہلے زمانے کی طرح کے اچھے، صحت مند، طاقتور بچے بنو، جس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ بازار اور دکانوں سے اس طرح کی اول فول اور اڑم گم سڑم گم چیزوں سے پرہیز کرو اور پیسہ بچا کر

رکھو ایسی فضول چیزوں میں خرچ نہ کرو بلکہ اچھی چیزوں میں خرچ کرو، اگر تم ایسا کرو گے تو امید ہے کہ تمہاری صحت بھی اچھی رہے گی، اور بہت سی بیماریوں سے بھی بچے رہو گے، پڑھائی میں خوب آگے بڑھو گے، اور پھر تمہاری وجہ سے تمہارے امی ابو اور دوسرے گھر والوں کو بھی پریشانی نہیں ہوگی اور پیسہ برباد نہیں ہوگا، اور بڑے ہونے کے بعد ساری زندگی تم خود بھی سکون محسوس کرو گے............میری ان باتوں کو تم اگر اب نہیں تو بڑا ہونے کے بعد ضرور سچ سمجھو گے۔

پیارے بچو! آؤ ہم سب آج یہ سچا اور پکا وعدہ کریں کہ آج کے بعد فضول چیزوں میں پیسے خرچ کر کے اپنے قیمتی مال اور صحت کو برباد نہیں کریں گے، اور پیسے حفاظت کے ساتھ رکھیں گے، ان کو مفید اور کارآمد چیزوں میں خرچ کریں گے ✪......بچو! اب اگر یہ وعدہ کر چکے ہو تو اس پر عمل بھی شروع کردو۔

اگر تم یہ سمجھو کہ ہمارے کھانے پینے پر پابندی لگ گئی ہے، اب ہم کیا کھائیں پئیں گے؟ تو یاد رکھو کہ کھانے پینے کے لئے ہمارے رب نے بہت ساری فائدہ پہنچانے اور طاقت دینے والی چیزیں پیدا کی ہیں جیسا کہ ہم نے پہلے بتلایا اور جب تم غور کرو گے اور اپنے سمجھدار بڑوں اور استادوں سے معلوم کرو گے اور پُوچھو گے تو فیصلہ کرنے میں ذرا بھی مشکل نہ ہوگی۔

(بقیہ متعلقہ صفحہ ۶۰ مکتوباتِ مسیح الامت)

ارشاد: اللہ تعالیٰ یہ مبارک زبان مبارک فرمائیں۔

☒ **عرض:** بندہ صدق دل سے دعا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

ارشاد: جزاکم اللہ تعالیٰ خیرالجزاء۔

☒ **عرض:** اور تو کوئی خدمت نہیں کرسکتا، البتہ دعا ضرور کرتا ہوں۔

ارشاد: اس سے اعلیٰ خدمت کیا ہوسکتی ہے۔

☒ **عرض:** حضرت دعا کردیں کہ اللہ تعالیٰ حسن خاتمہ نصیب کریں ''دمِ آخر دمِ فارغ مباش'' کا مصداق رہوں، حضرت میرے واسطے خاص طور سے استقامت وحسنِ خاتمہ کی دعا کردیں۔

فقط والسلام، احقر محمد عشرت علی خان قیصر عفی عنہ۔

ارشاد: بتوفیقِ الٰہی یہ اعمالِ صالحہ اور حسن اخلاق خاتمہ پر حسنِ خاتمہ ہی ہے، بفضلِ الٰہی، نظر فضل پر ہے، نہ عبادت پر۔

بزمِ خواتین مفتی محمد رضوان

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

شادی کو سادی بنایئے (قسط۳)

۞ ......شادی کو سادی کرنے کے فوائد و برکات

شادی کو سادی کرنے کے بے شمار فوائد و برکات ہیں، جو مرد وعورت کو دنیا میں نکاح سے پہلے، نکاح کے وقت اور نکاح کے بعد اور اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد آخرت میں حاصل ہوتے ہیں۔

۞ ......نکاح سے پہلے حاصل ہونے والے فوائد

نکاح سے پہلے جو فوائد حاصل ہوتے ہیں وہ یہ ہیں کہ: سادہ نکاح کے لئے مرد وعورت کو مال و دولت کمانے کی فکر اور جد وجہد نہیں کرنی پڑتی اور عموماً جوانی کا بڑا حصہ ضائع ہونے سے بچ جاتا ہے، بآسانی رشتہ میسر آجاتا ہے، نفسانی و شہوانی بے شمار گناہوں اور فواحش و منکرات سے نجات مل جاتی ہے، وقت جو زندگی کا قیمتی سرمایہ ہے فضول تیاریوں میں خرچ کرنے سے محفوظ رہتا ہے، لمبی چوڑی تیاریوں، بکھیڑوں اور پریشانیوں سے حفاظت رہتی ہے اور زندگی کے ضروری معمولات میں خلل واقع نہیں ہوتا۔

اس کے برعکس سادہ طریقہ چھوڑ کر دھوم دھام سے نکاح کرنے کی صورت میں پہلے تو مال و دولت کمانے کی فکر سوار رہتی ہے اور اس کے لئے بڑی جد وجہد کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جس میں بسا اوقات قرض کے بوجھ تلے دبنا پڑتا اور بعض اوقات سود و رشوت اور دوسرے حرام کاموں میں مبتلا ہونا پڑتا ہے اور اس کی وجہ سے ایمان، جان اور عزت و آبرو کو بھی نقصان پہنچ جاتا ہے اور پھر ان ہی تیاریوں اور تمہیدوں کی خاطر مرد و عورت کی جوانی کا بڑا حصہ ضائع ہوجاتا ہے، بال گھر میں بیٹھے سفید ہوجاتے ہیں اور نکاح کا جو اصل وقت ہے وہ گزر جاتا ہے، اپنی شان کے مطابق رشتے تلاش کرتے کرتے در بدر ٹھوکریں کھانی پڑتی ہیں اور بے نکاح رہنے کی وجہ سے بدنظری، زناء اور اس جیسے دوسرے فواحش و منکرات پر مشتمل گناہوں کی دلدل میں انسان پھنستا چلا جاتا ہے، فضولیات و رسمیات کی خاطر وقت برباد ہوتا ہے، سینکڑوں طرح کی پریشانیاں سر پر مسلّط ہوجاتی ہیں اور زندگی کے اہم معمولات متأثر ہونے سے دینی و دنیوی نقصان ہوجاتا ہے۔

Idara Ghufran

۞ ......نکاح کے وقت حاصل ہونے والے فوائد

نکاح کو سادہ طریقہ پر کرنے کے جوفوائد نکاح کرتے وقت حاصل ہوتے ہیں وہ یہ ہیں کہ: اللہ اوراس کے رسول کی رضا حاصل ہوتی ہے اور ناراضگی والے کاموں سے نجات مل جاتی ہے، جس کے بے شمار دنیوی ودینی فوائد وبرکات حاصل ہوتے رہتے ہیں اور بے شمار آفات وبلیات سے نجات مل جاتی ہے، مال ودولت فضول برباد ہونے سے محفوظ رہتا ہے، وقت کی بربادی سے حفاظت رہتی ہے، بے شمار اُلجھنوں سے بچت ہوجاتی ہے اوراس کے برعکس سادہ طریقہ چھوڑ کر دوسرے طریقہ پر نکاح کرنے کی صورت میں سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ اللہ اوراس کے رسول کی ناراضگی کا وبال سر پر پڑتا ہے اور اللہ اوراس کے رسول کی طرف سے غیظ وغضب اورلعنت کا انسان مستحق ہوتا ہے، جس کا خمیازہ آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی میاں بیوی کومختلف شکلوں میں بھگتنا پڑجاتا ہے، سالہا سال خون پسینہ سے کمائی ہوئی دولت آناً فاناً راکھ کا ڈھیر ہوجاتی ہے، وقت برباد ہوتا ہے اور بے شمار اُلجھنیں انسان کے دل ودماغ پرسوار ہوتی ہیں، اِسے منایا اُسے رُٹھایا والی کہاوت کی بھی کئی مثالیں دیکھنے میں آتی ہیں۔

۞ ......نکاح کے بعد حاصل ہونے والے فوائد

سادہ نکاح کرنے کے نتیجہ میں نکاح کے بعد جوفوائد وبرکات حاصل ہوتے ہیں ان میں سے چندایک یہ ہیں: نکاح کے بعد عموماً پائیدار اور دیرپا شبانہ لُطف اندوزی کی توفیق حاصل ہوتی ہے، خوشگوار زندگی کا مزہ حاصل ہوتا ہے، زوجین میں محبت ومودّت کی فضا قائم ہوتی ہے، بڑھاپے سے پہلے اللہ تعالیٰ اولاد کا سہارا عطافرمادیتے ہیں، توالد وتناسل کا سلسلہ بہتر طریقہ پر جاری وساری رہتا ہے، خانگی اور گھریلو ماحول میں سکون واطمینان نصیب ہوتا ہے اور زندگی بھر ہائے پیسہ، ہائے پیسہ کا نعرہ نہیں لگانا پڑتا بلکہ سادگی اور کفایت شعاری کے ساتھ زندگی کی گاڑی چلتی رہتی ہے۔ اوراس کے برعکس سادہ نکاح کے بجائے رسم ورواج پر مشتمل نکاح کرنے کے بعد جن مسائل ومصائب کا انسان اور خصوصاً زوجین شکار ہوتے ہیں وہ یہ ہیں: نکاح کے بعد عموماً پائیدار لطف اندوزی نہیں حاصل ہوپاتی، جس کے نتیجہ میں زندگی بدمزہ ہوجاتی ہے، زوجین میں تنازعہ واختلاف رہتا ہے، ضرورت کے وقت اولاد کا سہارا حاصل نہیں ہوپاتا، توالد وتناسل کے سلسلہ میں مشکلات کا سامنا ہوتا ہے، خانگی اور گھریلو زندگی میں بے سکونی وبے اطمینانی کی کیفیت رہتی ہے ، ہائے پیسہ ہائے پیسہ کرتے کرتے انسان دنیا سے رُخصت ہوجاتا ہے اور مال ودولت میں برکت نہیں ہوتی

......آخرت میں حاصل ہونے والے فوائد

سادہ نکاح کا اُخروی فائدہ جو اس عارضی دنیا سے رخصت ہونے کے بعد آنے والی اصل اور دائمی زندگی میں حاصل ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ:

''زوجین کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت میں ایک ساتھ حیاتِ طیبہ حاصل ہوتی ہے''

مختصر لفظوں میں بیان کردہ آخرت کا یہ ایک فائدہ تمام فوائد کا مجموعہ بلکہ ان سب سے بڑھ کر ہے۔

یاد رکھیئے کہ پیچھے جو تفصیل ذکر کی گئی یہ عادتُ اللہ کے مطابق اور اکثری ہے، اگر اللہ تعالیٰ کی حکمت ومشیت کا تقاضہ کسی وقت یا کسی عمل کے ثمرہ کے طور پر کچھ اور ہو تو اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور اس قسم کا استثناء تو تقریباً ہر جگہ ہی موجود ہوا کرتا ہے۔

......حضور ﷺ، صحابۂ کرام اور سلفِ صالحین کے نکاح کس طرح ہوتے تھے؟

حضور ﷺ، صحابۂ کرام اور سلفِ صالحین کے زمانہ کے حالات وواقعات ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دور میں نکاح بالکل سادگی اور انتہائی آسانی کے ساتھ بغیر کسی تکلف وتصنع کے منعقد ہو جایا کرتا تھا، اور ان کے یہاں آج کل کی طرح کی مروجہ رسموں اور فضولیات وبدعات کا رواج بلکہ نام ونشان تک نہ تھا، اِدھر آپس کا جوڑ ملا اور رشتہ منظور ہوا، اور اُدھر فوراً بلا تاخیر نکاح ہو گیا، نہ منگنی کی رسم کا وجود تھا، نہ مہندی کی رسم کا، نہ بارات کا اہتمام تھا، نہ شادی کارڈ کا، نہ دور دراز کے رشتہ داروں کو اکٹھا کر کے میلے ٹھیلے لگانے کا رواج تھا، اور نہ ہی بڑے بڑے ہوٹلوں میں عورتوں، مَردوں کے مخلوط اجتماع کا، نہ تو موسیقی وبے پردگی کا سلسلہ تھا، اور نہ ہی تصویر سازی اور مووی بنانے کا، نہ تو جہیز کی مروجہ لعنت کا کوئی ذکر تھا اور نہ ہی نکاح کی خاطر مقروض ہونے اور سود کی لعنت میں گرفتار ہونے کا، نہ تو عمر کا بڑا حصہ برباد ہونے کے بعد تاخیر سے نکاح ہونے کی منحوس رسم کا رواج تھا، اور نہ ہی بازاروں کے چکر کاٹنے کا، اور نہ تو نیوتہ اور سلامی کا کوئی ذکر تھا اور نہ ہی شادی میں شرکت کے لئے نئے نئے جوڑے اور سوٹ بوٹ تیار کرنے کا، اسی وجہ سے اُس زمانے میں ہر طرف سکون واطمینان تھا۔

......حضور ﷺ کے نکاح کے چند نمونے

حضور ﷺ کے نکاح سے زیادہ مقبول وبابرکت نکاح اور کس کا ہو سکتا ہے، آپ ﷺ کے کسی نکاح میں مذکورہ

چیزوں میں سے کسی چیز کا ذکر نہیں ملتا۔

اس کے بعد امتِ محمدیہ ﷺ کی سب سے بہترین اور قابلِ نمونہ ''صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم'' کی جماعت پر نظر دوڑائی جائے تو اس قابلِ اتباع اور صلاح وفلاح یافتہ جماعت میں بھی کوئی ایسا واقعہ نہیں ملے گا، جس میں آج کل کی مروجہ رسموں کا کوئی ذکر ہو۔

اگر ایک ایک کر کے ہر ایک کے نکاح کے واقعات اور ان کی تفصیلات کا ذکر کیا جائے تو شاید اس مختصر موقع پر ان کو شمار میں نہ لایا جا سکے، اس لئے بطورِ نمونہ چند واقعات ملاحظہ کر کے عبرت وبصیرت حاصل کی جا سکتی ہے

✪ ......حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی مالداری اور دیانت داری کی وجہ سے قریش کا ہر شخص ان سے نکاح کا خواہاں تھا، لیکن حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی نگاہ آپ ﷺ پر پڑ چکی تھی، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ایک خاتون کے ذریعہ سے خود اپنے نکاح کا پیغام حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا، جبکہ حضور ﷺ کی اس وقت عمر صرف پچیس برس کی تھی اور آپ کنوارے تھے، اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر اس وقت چالیس برس تھی، گویا کہ آپ ﷺ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمروں میں پندرہ سال کا فرق تھا، اور یہ واقعہ حضور ﷺ کو نبوت کا باضابطہ شرف حاصل ہونے سے پندرہ سال پہلے کا ہے، دوسری طرف حضور ﷺ اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ گزر بسر کر رہے تھے، جن کو اس وقت مالی اعتبار سے سخت پریشانی بھی تھی، اور حضور ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال کو ملکِ شام لے جا کر مخصوص اجرت کے عوض فروخت کر رہے تھے، بہرحال حضور ﷺ نے اس پیغام کو قبول ومنظور فرما لیا، حضور ﷺ کے ہمراہ حضرت حمزہ اور ابوطالب اور چند اور خاندان کے بڑے حضرات، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر آئے، اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے خاندان کے چند بڑے حضرات کی موجودگی میں سادگی کے ساتھ نکاح ہو گیا (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو''سیر الصحابہ ج ۶ ص ۲۱، ۲۲، سیرتِ کبریٰ ج ۱ ص ۲۸۴، وسیرت سرورِ کونین ص ۲۵۲)

اگرچہ یہ واقعہ حضور ﷺ کو باضابطہ نبوت عطا کئے جانے سے پہلے کا ہے، لیکن تمام انبیاء کرام کے سردار اور رحمۃٌ للعالمین، تاجدارِ مصطفیٰ، حبیبِ کبریا حضور نبی کریم ﷺ کا سب سے پہلا نکاح ہے، دیکھئے کس سادگی کے ساتھ نکاح کا معاملہ طے پا گیا، نہ کوئی فضول رسم ہے، نہ ڈھول باجے ہیں، نہ کوئی شور وشرابا ہے، نہایت ہی سادگی کے ساتھ خاتم النبیین کا نکاحِ مبارک وجود پاتا ہے۔ (جاری ہے..........)

عمامہ کے رنگ سے متعلق تفصیل

سوال: ...... کیا فرماتے ہیں مفتیانِ شرع صورت ذیل میں کہ: کہ آیا سفید رنگ کی پگڑی کا ثبوت صراحتاً احادیث سے ثابت ہے یا نہیں؟ خصوصاً صحاح ستہ میں ہے کہ نہیں؟ اور سیاہ سبز رنگ کے عمامہ کے بارے میں کیا کچھ وارد ہے؟ برائے مہربانی مع حوالہ تفصیل سے جواب تحریر فرماویں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب: ...... آنخضرت ﷺ کے عمامہ باندھنے کا ذکر صحیح احادیث میں موجود ہے، لیکن چونکہ آنخضرت ﷺ نے بطور عادت کے عمامہ باندھا ہے بطور عبادت کے نہیں، اس لئے فقہائے کرام رحمہم اللہ نے اس کا شمار سننِ عادیہ میں فرمایا ہے لہٰذا اتباعِ سنت کی نیت سے عمامہ باندھنے والے کو ثواب ہوگا اور نہ باندھنے والے کو گناہ نہ ہوگا ''لکونہ سنۃ عادیۃ وھی فی حکم المستحب لما صرح فقھائنا رحمھم اللہ''

لہٰذا عمامہ کے بارے میں زیادہ غلو کرنا یا اس کے تارک پر ملامت ونکیر کرنا درست نہیں، کیونکہ غیر منکر پر نکیر کرنا خود منکر ہوتا ہے۔

جہاں تک آنخضرت ﷺ سے ثابت شدہ عمامہ کے رنگوں کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں تفصیل یہ ہے کہ سیاہ عمامہ کا باندھنا تو آنخضرت ﷺ سے صراحتاً صحیح احادیث میں ثابت ہے (ملاحظہ ہو صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۳۱ و ص ۴۳۹، شمائلِ ترمذی ص ۸، سننِ ابنِ ماجہ ص ۲۰۲، مصنف ابنِ ابی شیبہ ج ۸ ص ۴۲۱، مسند ابی یعلیٰ ج ۳ ص ۴۳، شعب الایمان ج ۵ ص ۱۷۳) اور سفید رنگ کے بارے میں اگرچہ صراحتاً اس درجے کی احادیث دستیاب نہیں ہوسکیں، جس درجے کی احادیث سیاہ عمامہ کے بارے میں ہیں لیکن چونکہ صحیح احادیث میں صراحتاً آنخضرت ﷺ سے سفید لباس کی ترغیب ثابت ہے (ملاحظہ ہو مشکوٰۃ بحوالہ مسند احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۴۳۹)

اور عمامہ بھی چونکہ لباس کا حصہ ہے اس لئے اس اصول کی رُو سے سفید عمامہ کا بھی پسندیدہ ہونا ثابت ہوتا ہے، اور بعض حضرات نے مواہبِ لدنیہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ سفر میں سفید اور حضر میں عموماً سیاہ عمامہ باندھتے تھے (ملاحظہ ہو شمائل کبریٰ ج ۱ ص ۲۹۰ بحوالہ مواہب ج ۵ ص ۴، نیز ملاحظہ ہو زرقانی ج ۵ ص ۴)

اسی طرح بعض روایات سنن ابی داؤد، مستدرک حاکم، ابنِ عساکر، اور طبقات ابنِ سعد کے حوالے سے ایسی منقول ہیں جن میں آنحضرت ﷺ کو زرد عمامہ میں دیکھنا نقل کیا گیا ہے (شمائل کبریٰ ج ا ص ۲۹۴، سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲۰۷ باب فی المصبوغ)

خلاصہ یہ کہ آنحضرت ﷺ کی طرف مختلف رنگوں کا عمامہ استعمال فرمانا منسوب ہے سیاہ، سفید، اور زرد۔ سیاہ تو صحیح احادیث سے صراحۃً ثابت ہے کما مر، سفید صحیح معروف احادیث سے اصولاً اور بعض غیر معروف سے صراحۃً۔ اسی طرح زرد رنگ کے عمامہ کا آپ ﷺ کی طرف منسوب ہونا بھی بعض روایات میں مذکور ہے اور کیونکہ حضور ﷺ کی عادتِ مبارکہ رنگوں وغیرہ کے انتخاب میں تکلف کے ساتھ اہتمام کرنے کی نہیں تھی، جس طرح کا رنگ جس وقت میسر آیا اور اس میں کوئی قباحت نہ دیکھی وہ استعمال فرمالیا (سیاہ اور زرد رنگ کے عمامہ میں بھی اس بات کا امکان موجود ہے) رہا سفید رنگ کا مسئلہ تو اس کے بارے میں کیونکہ ایک اصولی ترغیب حضور ﷺ سے منقول ہے (جبکہ سیاہ اور زرد کے بارے میں اس طرح کی ترغیب منقول نہیں نیز فقہائے کرام نے حضور ﷺ کے سیاہ اور زرد رنگ کے استعمال فرمانے کی کچھ توجیہات بھی ذکر کی ہیں) اس لئے اصولی طور پر سفید رنگ کے عمامہ کو دوسرے رنگوں کے عمامہ پر تفضیل اور اسبقیت حاصل ہے، اور عام حالات میں سفید عمامہ باندھنا افضل ہے، اور فقہی اعتبار سے مسئلہ یہ ہے کہ جس رنگ کا عمامہ باندھ لیا جائے عمامہ کی سنت ادا ہو جاتی ہے اور جب سنت ادا ہو جاتی ہے تو امید ہے کہ فضیلت بھی ان شاء اللہ حاصل ہو جائے گی، خواہ ان تین رنگوں میں سے کسی رنگ کا عمامہ باندھا جائے یا کسی اور رنگ کا بشرطیکہ اس میں کوئی شرعی قباحت نہ ہو، نہ وہ کسی خاص دوسری قوم کا شعار ہو اور نہ اس سے عورتوں کی مشابہت لازم آتی ہو اور نہ اس طرح کی اور کوئی اور خرابی لازم آتی ہو، سبز عمامہ کا احادیث میں کوئی ذکر نہیں اور اس رنگ کے عمامہ کو دوسرے رنگوں پر فضیلت حاصل نہیں بلکہ علماء نے اس رنگ کی فضیلت و تخصیص کے قائل ہونے کو بدعت اور ممنوع قرار دیا ہے۔

حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ اپنے رسالہ ''المقالۃ البیضاء فی العمامۃ السوداء'' میں تفصیلی احادیث، صحابہ کے آثار، محدثین کی توجیہات اور فقہاء کے اقوال ذکر کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

''الحاصل: عمامہ سوداء سنتِ شرعیہ یا مستحبِ شرعی نہیں، اس کو مستحبِ شرعی سمجھنا بدعت ہے، بیاض حجتِ شرعی ہے اور بالاتفاق سب الوان سے افضل ہے، آپ ﷺ نے عمامہ سوداء کبھی

کبھار مخصوص حالات میں استعمال فرمایا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ استحبابِ طبعی بوجہ عوارضِ مذکورہ تھا، وھو اختیار الفحول التوجیهات المذکورة (احسن الفتاویٰ ج۹ص۲۷۲)

✪......عن عمروبن حریث عن ابیه رضی اللہ تعالیٰ عنهما ان النبی ﷺ خطب الناس وعلیه عمامة سودآء (صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۳۹، شمائل ترمذی ص۸، ابن ماجه ص ۲۰۲، مصنف ابن ابی شیبه ج۸ص ۴۲۱، مسند ابی یعلیٰ ج۳ص۴۳) ✪......عن جابر بن عبد الله رضی اللہ تعالیٰ عنهما ان النبی ﷺ دخل یوم فتح مکة وعلیه عمامة سودآء (صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۳۱، شمائل الترمذی ص۸، ابن ماجه ص ۲۰۲، مصنف ابن ابی شیبه ج۸ص ۴۲۲، شعب الایمان ج۵ص ۱۷۳) ✪......قوله "وعلیه عمامة سوداء" فیه جواز لباس الثیاب السود وفی الروایة الاخریٰ "خطب الناس وعلیه عمامة سوداء" وفیه جواز لباس الاسودفی الخطبة وان کان الابیض افضل منه کما ثبت فی الحدیث الصحیح "خیر ثیابکم البیاض" واما لباس الخطباء السوادفی حال الخطبةفجائز ولکن الافضل البیاض کما ذکرنا وانمالبس العمامة السوداء فی هذ الحدیث بیاناللجوازوالله اعلم (شرح النووی، کتاب الحج، باب جوازدخول مکة بغیراحرام) ✪......عن جابر بن عبد الله رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال کانت عمامة رسول الله ﷺ سودآء یوم ثنیه الحنظل وذلک یوم الخندق (شعب الایمان ج۸ص ۱۷۳) ✪......عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ البسوامن ثیابکم البیض فانهامن خیرثیابکم وکفنوا فیها موتاکم الخ (سنن ابی داود ج۲ص۲۰۷) ✪......عن سمرة بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنه قال قال رسول الله ﷺ البسوالبیاض فانها اطهر واطیب وکفنوا فیها موتاکم (شمائل ترمذی ص۵) ✪......(ویستحب)الثوب(الابیض والاسود)لقوله علیہ السلام (ان الله یحب الثیاب البیض وانه خلق الجنة بیضاء)وقد روی(انه علیہ السلام لبس الجبة السودآء والعمامة السودآء یوم فتح مکة)ولا باس بالازرق وفی الشرعة ولبس الاخضر (مجمع الانهر فصل فی اللبس ج۴ص ۱۹۱ وص۱۹۲

مسئلہ دربستن دستار سنت آنست کہ سفید باشد بی آمیزش رنگ دیگر و دستار مبارک آنحضرت ﷺ اکثر اوقات سفید بود و گاہی دستار سیاہ و احیانا سبز بعضی گفتہ اند کہ از سبب مِغفَر یعنی خود رنگ دستار مبارک سیاہ تیرہ شدہ بود و الا آن دستار مبارک سپید بود فاما مقرر است کہ گاہ گاہی دستار سیاہ رنگ آنحضرت ﷺ بستہ اند (ضیاء القلوب فی لباس المحبوب ملحق بخلاصة الفتاویٰ ج۳ص ۱۵۳ للعلامه الکنوی رحمه الله) ✪......وکان احب الالوان الیه البیاض، وقال: "هی من خیر ثیابکم، فالبسوها، وکفنو فیها موتاکم" (زاد المعاد ج ۱ ص۵۴) ✪......والصواب ان افضل الطرق طریق رسول الله ﷺ التی سنها، وامربها، ورغّب فیها ودوام علیها، وهی ان هدیه فی اللباس: ان یلبس ماتیسر من اللباس، من الصوف تارة، والقطن تارة، والکتان تارة (ایضًا ج ۱ ص۵۵)✪......وقال الحافظ السخاوی رحمه الله فی فتاویه رایت من نسب عائشة رضی الله عنها ان عمامة رسول الله ﷺ کانت فی السفر بیضاء وفی الحضرسوداء وکل منهما سبعة اذرع وقال هذا شیئ ما علمناه (غذاء الالباب فی شرح منظومة الأداب، مطلب صفة عمامته علیہ السلام لمحمد بن احمد بن سالم السفارینی) ✪......وقالوا نقل ان النبی ﷺ لبس العمامة البیضاء والعمامة السوداء ولکن الافضل فی لونهاالبیاض لعموم الخبر الصحیح یلبس البیاض وانه خیر الالوان فی الحیاة والموت (الموسوعة الفقهیة الکویتیه ماده تسوید) ✪......والافضل فی لونها البیاض وصحة (لبسه ﷺ لعمامة سوداء ونزول اکثر الملائکة یوم بدربعمائم صفر)وقائع محتملة فلا تنافی عموم الخبر الصحیح الامر بلبس البیاض وانه خیرالالوان

فی الحیاة والموت (تحفة المحتاج فی شرح المنهاج ،فصل فی اللباس فی الصلاة لاحمد بن محمد السفارینی) ✪......حدثنا ابوبکر قال حدثنا وکیع قال حدثنا الحسن بن صالح عن ابیه قال رایت علی الشعبی عمامة بیضاء قدا رخی طرفها ولم یرسله (مصنف ابن ابی شیبه لبس العمائم البیض) ✪......حدثنا ابوبکر قال حدثنا وکیع قال حدثنا اسماعیل بن عبد الملک قال رایت علی سعید بن جبیر عمامة بیضاء(ایضا) ✪......والدلیل علی ان العمامة من الثیاب حدیث سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنه انه قال: کان رسول اللہ ﷺ اذا استجد ثوبا سماه باسمه: عمامة ، اوقمیصا، اورداء، ثم یقول : "اللهم لک الحمد کما کسوتنیه، اسالک من خیره وخیرماصنع له واعوذبک من شره وشرماصنع له" (ابن ماجه) ✪......واذا عرف ان المقصود العلامة فلا یتعین ماذکر، بل یعتبر فی کل بلد ما یتعارفه اهله وفی بلادنا جعلت العلامة فی العمامة فالزمو النصاریٰ العمامة الزرقاء والیهود العمامة الصفراء واختص المسلمون بالبیضاء (فتح القدیر ج۵ ص ۳۰۲، فصل لا یجوز احداث بیعة ولا کنیسة فی دار الاسلام ، باب الجزیة کتاب السیر) ✪......وفی بلادنا جعلت العلامة فی العمامة فالزمو النصاریٰ العمامة الزرقاء والیهود بالعمامة الصفراء واختص المسلمون بالبیضاء (البحرالرائق فصل فی الجزیة) ✪......فان قلت: صح عن النبی ﷺ لبس عمامة سوداء ونقل لبس السواد عن کثیر من الصحابة والتابعین ،فاجاب: احمد بن محمد بن علی بن حجر الهیثمی الشافعی فقال: قلت هذه کلها وقائع فعلیة محتملة فقدم القول وهو الامر بلبس البیاض علیها (تحفة المحتاج فی شرح المنهاج ،فصل فی آداب الجمعة والاغسال المسنون) ✪......وفی شرح الملتقی من فصل اللباس ویستحق الابیض وکذا الاسود لانه شعار بنی العباس ودخل علیه السلام مکة وعلیٰ راسه عمامة سوداء اه وفی روایة لابن عدی کان له عمامة سوداء یلبسها فی العیدین ویرخیها خلفه (رد المحتار علی الدر باب الجمعة ج۲ ص ۱۵۰) ✪......ویستحب الابیض وکذا الاسودلانه شعار بنی العباس ودخل علیه السلام مکة وعلیٰ راسه عمامة سوداء ولبس الاخضر سنة کما فی الشرعة اه من الملتقی وشرحه (رد المحتار علی الدر فصل فی اللبس ج۶ ص ۳۵۱) ✪......(قلت والیوم لبس عمامة الاخصر شعار بعض اهل البدعة کالذی یقال له "القادری غروب" یفضل الاخضر من الالوان المذکورة وهذا مصرح فی اصول الفقه) ✪......(کما کره) تحریما (استقبال قبلة واستدبارها) لأجل (بول او غائط) فلو للاستنجاء لم یکره (ولو فی بنیان) لاطلاق النهی (درمختار)(وفی الشامیة)(قوله لاطلاق النهی) وهو قوله ﷺ "اذا اتیتم الغائط فلا تستقبلو االقبلة ولا تستدبروها، ولکن شر قوا او غربوا" رواه الستة وفیه رد لروایة حل الاستدبار ،ولقول الشافعی بعدم الکراهة فی البنیان اخذا من قول ابن عمر رضی اللہ عنهما: "رقیت یوم علی بیت حفصة فرایت رسول ﷺ یقضی حاجته مستقبل الشام مستد بر الکعبة" رواه الشیخان، ورجح الاول بانه قول وهذا فعل ،والقول اولی لان الفعل یحتمل الخصوصیة والعذر وغیر ذلک ،وبانه محرم وهذا مبیح ، والمحرم مقدم وتمامه فی شرح المنیة (رد المحتار ج ۱ ص ۳۴۱ وص ۳۴۲، مطلب القول المرجح علی الفعل) ✪......لایجوزالأن لبس عمامة زرقاء اوصفراء کذا ذکره ابن ارسلان وبا بلغ ذلک صرح القرطبی فقال لوخص اهل الفسوق والمجون بلباس منع لبسه لغیرهم فقد یظن به من لا یعرفه انه منهم فیظن به ظن السوء فیأثم الظان والمظنون فیه بسبب العون علیه (فیض القدیر للمناوی شرح الجامع الصغیر ج۶، تابع حرف المیم) ✪......وهل یلبسون العلامة الخضراء؟ والجواب ان هذه العلامة لیس لها اصل فی الشرع ولا فی السنة ولا کانت فی الزمن القدیم، وانما حدثت فی سنة ثلاث وسبعین

وسبعمائة بأمر الملك الأشرف شعبان بن حسين، وقال في ذلك جماعة من الشعراء مايطول ذكره، من ذلک قول ابی عبداللہ بن جابر الاندلسی الاعمی صاحب شرح الالفية، المشهور بالاعمی والبصير: جعلوا لابناء الرسول علامة. .ان العلامة شأن من لم يشهر ✪ نور النبوة في وسيم وجوههم. يغنی الشريف عن الطراز الاخضر (الحاوی للفتاویٰ ج۲ ص ۴۰ العجاجة الزرنبيةفی السلاسةالزنيبية) ✪......سئلت عمن انتسب الی آل بيت النبوة وليس هومنهم، ولبس عمامة خضراء، ليقال :انه سيد وشريف ماذ ايلزمه؟ فالجواب:انه يمنع من لبس العمامة الخضراء ويعزر تعزيرا شديدا، ويحبس حتی يظهر صلاحه، افتی بذلک فی البهجة انتهی (الفتاویٰ الكاملية للشيخ محمد كامل حنفی ص ۲۶۵، كتاب الحظر والاباحة)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ محمد یونس بہدایت: مفتی محمد رضوان صاحب، ۲۵ جمادی الاولیٰ/ ۱۴۲۶ھ

الجواب صحیح: محمد رضوان ۲۵/ ۵/ ۱۴۲۶ھ: دارالافتاء والاصلاح، ادارہ غفران، چاہ سلطان راولپنڈی

کیا آپ جانتے ہیں؟ مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

خوبصورتی کے لئے دانتوں کو باریک کرنا

سوال:...... بعض عورتیں دانتوں میں خوبصورتی پیدا کرنے کے لئے ان کو گھسواتی ہیں اور دانتوں کے درمیان چھید کرواتی ہیں، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

جواب:...... حسن اور خوبصورتی پیدا کرنے کے لئے دانتوں کو گھسوانا اور دانتوں کے درمیان خلا کرانا تاکہ وہ زیادہ خوبصورت معلوم ہوں ناجائز اور اتنا سخت گناہ ہے کہ ایسی عورتوں پر حدیث میں لعنت آئی ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی اصل تخلیق میں تبدیلی پیدا کرنے والا فعل ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے:

''اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اُن عورتوں پر جو حسن و جمال کے لئے دانتوں کے درمیان کشادگی کرتی ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی خلقت کو بدلنے والی ہیں (بخاری شریف) فقط۔ محمد رضوان۔ ۱۴۲۶/۳/۲۱ھ

بے نمازی کی دعوت کھانا

سوال:...... اگر کوئی بے نمازی دعوت کرے تو اس کی دعوت قبول کرنے اور کھانے میں کوئی گناہ تو نہیں؟

جواب:...... اگر بے نمازی کسی کو کھانے کی دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کرنا اور کھانا جائز ہے، کسی کے صرف بے نمازی ہونے کی وجہ سے اس کی دعوت ناجائز نہیں ہو جاتی، البتہ اگر کوئی بڑا آدمی یا عالمِ دین اس غرض سے بے نمازی کی دعوت کھانے سے انکار کر دے تاکہ وہ اس سے متأثر ہو کر نماز پڑھنا شروع کر دے تو بہت اچھی بات ہے۔ فقط۔ محمد رضوان۔ ۱۴۲۶/۳/۲۱ھ

عورتیں کس قسم کا جوتا پہنیں؟

سوال:...... عورتوں کو کس قسم کا جوتا پہننا جائز اور کس قسم کا ناجائز ہے، آج کل بعض عورتیں ایسے جوتے جو عام طور پر کھلاڑی پہنتے ہیں، جنہیں ''جوگر'' کہتے ہیں، استعمال کرتی ہیں، کیا اس قسم کے جوتے پہننے میں عورت گناہ گار تو نہیں ہوتی؟

جواب:...... احادیث میں عورتوں کو مَردوں کے ساتھ تشبہ اختیار کرنے کی ممانعت آتی ہے، خواہ وہ تشبہ لباس کی صورت میں ہو، یا جوتوں کی شکل میں یا کسی اور شکل میں، اسی طرح مسلمانوں کے لئے (خواہ مرد ہو یا عورت) کافروں اور فاسق وفاجر لوگوں کی تشبہ اختیار کرنا منع ہے، لہٰذا اس اصول کو پیشِ نظر رکھ کر اب اصل مسئلہ سمجھ لیا جائے، وہ جوتا جو عرفِ عام میں مردوں کے لئے مخصوص سمجھا جاتا ہو یا غیر مسلموں یا فاسقوں فاجروں کی مخصوص وضع سمجھی جاتی ہو وہ ناجائز ہے، اس کے علاوہ باقی جوتے جائز ہیں، بشرطیکہ نمود ونمائش اور فخر وتفاخر مقصود نہ ہو، البتہ عام حالات میں ایک مسلمان کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ لباس اور جوتا پہننے میں سادگی اور بے تکلفی کا پہلو ملحوظ رکھے، فضول تکلفات میں پڑنا اچھی بات نہیں، وہ جوتے جو عام طور پر کھلاڑی پہنتے ہیں اگر وہ عرفِ عام میں مَردوں کے لئے مخصوص سمجھے جاتے ہوں، ان کا عورتوں کو پہننا ناجائز ہوگا۔ محمد رضوان۔ ۱۴۲۶/۳/۹ھ

وکالت کا پیشہ اور اس پر اجرت کا حکم

سوال:...... سنا ہے کہ وکالت کا پیشہ اختیار کرنا جائز نہیں، کیا یہ بات صحیح ہے؟

جواب:...... فی نفسہٖ وکالت کا پیشہ اختیار کرنا جائز ہے، اور اس پر اجرت لینا بھی جائز ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ جس کام کی اجرت لی جارہی ہے وہ جائز اور شریعت کے مطابق ہو، کیونکہ ناجائز اور خلافِ شریعت مقدمہ کی پیروی کرنا بھی ناجائز ہے (خواہ اجرت بھی نہ لی جائے) اور اس پر اجرت لینا یہ بھی ناجائز اور حرام ہے، گویا کہ یہ دھرا جُرم ہے، آج کل عام طور پر وکیل حضرات جائز وناجائز مقدمہ کی تحقیق کئے بغیر ہر مقدمہ کی پیروی کرتے ہیں، جگہ جگہ غلط بیانی، جھوٹ اور دھوکہ میں مبتلا ہوتے ہیں، فیس اور اجرت وصول کرنے میں زیادتی کرتے ہیں، کہ پہلے مختلف باتیں بنا کر دوسروں کو پھنسا لیتے ہیں، اور پھر فیس در فیس وصول کرتے رہتے ہیں، بعض اوقات فریقِ مخالف کے وکیل یا پھر جج سے مل کر اور ساز باز کرکے یا رشوت دے کر اپنے مقاصد پورے کر لیتے ہیں، اور عدالتوں کے بہت سے قوانین بھی شریعت کے خلاف ہوتے ہیں، اور اس طرح کی دوسری خرابیاں بھی آج کل عدالت اور وکالت کے شعبہ میں کثرت سے پائی جاتی ہیں، اس لئے اکثر وکلاء ان خرابیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اس لئے ان کے پیشے پر ناجائز ہی حکم لگایا جائے گا، البتہ اگر کوئی شخص شریعت کے احکامات اور شرائط کا لحاظ کرتے ہوئے یہ پیشہ اختیار کرے گا تو اس کا پیشہ جائز کہلائے گا۔ محمد رضوان۔ ۱۴۲۶/۳/۹ھ

عبرت کدہ

مفتی محمد امجد

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

ہندوستان کا اسلامی عہد (قسط ۵)

ہندوستان کی ساحلی پٹیوں اور جنوبی ہند کی ابتدائی اسلامی تاریخ کے اجمالی تذکرے کے بعد اب سندھ کی اسلامی تاریخ کے آغاز، ارتقاء اور نشیب وفراز پر اختصاراً روشنی ڈالی جاتی ہے۔

ہندوستان کی اسلامی تاریخ میں سندھ کی تاریخ بہت ہی اہمیت کی حامل ہے، ہند کے ساحلی اور جنوبی علاقوں میں تو اسلام اور مسلمانوں کا داخلہ متفرق طور پر منتشر انداز میں ہوا اور یہاں اشاعتِ اسلام کا عمل زیادہ تر عوامی اور نجی سطح پر تجارتی، سیاحتی اور محدود آبادکاری کے میدانوں میں ہوا، جبکہ سندھ کی فتوحات اور یہاں مستحکم وپائیدار اسلامی حکومت کا قیام خلافتِ اسلامی کی نگرانی میں مسلمانوں کی فوج کشی اور جہادی معرکوں کے نتیجے میں عمل میں آیا، سندھ کی ان فتوحات کا سہرا اسلام کے نامور سپوت محمد بن قاسم کے سر ہے، جس نے یہاں اسلامی حکومت کی بنیاد ڈالی، سندھ پر محمد بن قاسم کی یلغار ۹۲ھ میں ہوئی، لیکن اسلام کی مقبولیت اور خاموش اثرات سواحلِ ہند کی طرح یہاں بھی صدرِ اسلام سے ہی پڑنے شروع ہوگئے تھے، چنانچہ یہاں کی جاٹ قوم جس کو عرب زطی یا قومِ زط سے تعبیر کرتے تھے، یہ لوگ بکثرت ایرانی فوج میں داخل وشامل تھے، اور سلطنتِ فارس کے ساتھ صحابۂ کرام کے جہادی معرکوں میں انہوں نے بھی اسلام کے مقابلے میں خوب خوب جوہر آزمائے، لیکن اسلام کی فتوحات کا رنگ دیکھ کر اور صحابۂ کرام کے قدوسی لشکر کے حالات دیکھ کر ان کو اس نتیجے تک پہنچنے میں زیادہ دیر نہیں لگی کہ اسلام ایک آفاقی دین ہے جس کا پھریرا بہت جلد چہار دانگ عالم میں لہرانے والا ہے، اور فارس کی سلطنت اور کسریٰ کا تاج وتخت عنقریب تاریخ کا قصہ پارینہ بننے والا ہے۔

اس منظرنامے کو سامنے رکھ کر ایرانی فوج کے ان جاٹ رنگروٹوں نے اپنی دنیا وآخرت کی فلاح اسلام کے دامنِ ہدایت کے ساتھ وابستہ ہونے میں ہی دیکھی، چنانچہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں فارس کی جنگوں میں سے تستر کے محاذ پر ان جاٹ فوجوں نے اسلامی فوج کے سپہ سالار حضرت ابوموسیٰ

اشعری رضی اللہ عنہ سے باقاعدہ خفیہ نامہ و پیام کا سلسلہ جاری کیا، اور اسلام قبول کرنے کی خبر دی، اور آئندہ دارالاسلام میں اپنی حیثیت محفوظ رکھنے اور اپنے تحفظ کے متعلق کچھ شرائط پیش کیں، جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اجازت سے منظور کر لی گئیں، اس طرح جاٹ فوج کا پورا جتھہ مسلمان ہوکر اسلامی فوج کا حصہ بنا اور عراق میں ان کو بسایا گیا، زمانہ اسلام میں ان کے بڑے روشن کارنامے ہیں اور ان میں بڑی بڑی باکمال اور علم و فضل میں ممتاز ہستیاں پیدا ہوئیں۔ [1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں ان کا شرف واعتبار اتنا بڑھ چکا تھا کہ کوفہ جس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دارالخلافہ بنالیا تھا یہاں کا مرکزی بیت المال انہوں نے انہی کی تحویل وحفاظت میں دے گیا تھا، پانچ سو مسلح جاٹ بیت المال کی حفاظت پر مامور تھے، حتی کہ جنگِ جمل وصفین وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مشاجرات کے واقعات میں ان جاٹوں نے اس قومی ودینی امانت کی حفاظت میں اپنی جانیں وار دیں، لیکن جیتے جی بیت المال پر کسی کا قابو اور تسلط نہیں ہونے دیا، ان واقعات کے نتیجے میں اسلام کا پیغام سندھ کے لئے مانوس آواز بن چکا تھا، اور خود حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں عثمان بن عاص ثقفی نے اپنے بھائیوں کی امارت میں ہند کی طرف جو پرائیویٹ بحری مہمات بھیجی تھیں ان میں سے ایک بحری مہم اپنے بھائی مغیرہ بن عاص کی قیادت میں دیبل کی طرف بھی بھیجی تھی، جہاں انہوں نے دشمنوں کو شکست دی اور مالِ غنیمت کے ساتھ بحرین واپس لوٹے، یہ مغیرہ کی قیادت میں دوسری مہم تھی، اس سے پہلے بمبئی (تھانہ) وغیرہ کے ساحلوں پر بھی انہوں نے کامیاب مہم کی تھی، جیسا کہ پیچھے ذکر ہو چکا ہے، لیکن یہ وقتی حملے تھے جن سے مقصود غالباً ملک کا حال معلوم کرنا اور بحری ڈاکوؤں کا انسداد کرنا تھا جو تاجروں اور مسافروں کے جہازوں پر چھاپہ مار کارروائیاں کرتے تھے، اور خطرہ ہونے پر سندھ اور گجرات کاٹھیاوار کی بندرگاہوں میں پناہ لے لیتے تھے۔ اس وقت سندھ پر یلغار کرکے اسے فتح کرنا مسلمانوں کی ترجیحات میں شامل نہیں تھا۔

بہرحال یہ تفصیلی منتشر واقعات ہیں جو حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت سے لے کر محمد بن قاسم کی فتح سندھ تک قریب قریب پون صدی کی وسعتوں میں پھیلے ہوئے ہیں، آگے ان شاء اللہ ان واقعات کی کڑیاں جوڑ کر اور ان کو ایک لڑی میں پرو کر اختصار کے ساتھ تاریخ کے اس اہم باب کا خاکہ پیش کیا جائے گا۔

---

[1] مورخ اسلام مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی نے امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ کا اس زطی قوم (جاٹ) میں سے ہونا ذکر فرمایا ہے (ملاحظہ ہو ''آئینہ حقیقت نما حصہ اول ص ۸۱)

اب پہلے ذرا اس وقت کے سندھ کا جغرافیہ، رقبہ، منظر نامہ اور حدود دِار بعہ ملاحظہ ہوں، تاکہ قضیہ زمین برسرِ زمین طے ہو اور واقعات معروضی حقائق کی روشنی میں سامنے آئیں۔

☆......سندھ کی وجہ تسمیہ

سندھ کی ایک وجہ تسمیہ پیچھے ''معجم البلدان'' کے حوالے سے ذکر کی گئی تھی، جبکہ انگریز مورخ ہنٹر صاحب (Huntar) نے اپنی تصنیف انڈین ایمپائر (Indian Impair) میں وجہ تسمیہ یہ قرار دی ہے کہ آریہ قوم نے جب سندھ کی وادی میں قدم رکھا تو اس کا نام سندھو رکھا کیونکہ سندھو ان کی زبان میں دریا کو کہتے تھے اور اس وادی میں دریا بہتا تھا، اس دریا کی مناسبت سے وہ اس پوری وادی کو سندھو اور پھر سندھ کہنے لگے، پھر آریوں نے سندھ سے آگے بہت علاقے فتح کیئے، یہاں تک کہ پنجاب کی سرحد سے بھی آگے بڑھ گئے، مگر نام ان تمام علاقوں کا وہی سندھ ہی رہا (بحوالہ تاریخِ سندھ) (واضح رہے کہ وادی مہران بھی اسی خطہ کا دوسرا نام ہے جو عربوں نے متعارف کرایا تھا اور دریائے سندھ کو بھی وہ مہران کے نام سے جانتے تھے)

☆......سندھ کا آخری ہندو راج اور سندھ کی حدود

سندھ کی حدود مختلف زمانوں میں مختلف رہی ہیں، سندھ کے راجاؤں کا قبضہ جہاں تک ہوتا تھا سب سندھ کہلاتا تھا، کیونکہ پڑوسی ریاستوں اور حکومتوں کے ساتھ سندھیوں کی جنگوں کے نتیجے میں ایک دوسرے کے علاقوں پر قبضہ ہو جاتا تھا، سندھ کے راجا اگر غنیم کے علاقے کو مقبوضہ بنا لیتے تو سندھ کی حدود بڑھ جاتیں اور دشمن اگر سندھیوں کو دھکیلتا دھکیلتا ملک کے اطراف پر قبضہ کر لیتا تو حدود سمٹ جاتی تھیں۔

چنانچہ راجا چچ سے پہلے سندھ کے بہت سے علاقے سندھ کے راجا کے قلمرو سے نکل چکے تھے، کچھ خود مختار ہو چکے تھے، کچھ سلطنت کسریٰ کے مقبوضات بن چکے تھے، جیسے کے مکران کا صوبہ (موجودہ بلوچستان) فارس والوں کے دسترس میں چلا گیا تھا، راجہ چچ نے [۱] جنگیں لڑ کر سندھ کو راجہ ساہسی [۲] کے زمانے

---

[۱] راجہ چچ راجہ داہر کا باپ تھا، محمد بن قاسم کے حملے کے وقت سندھ پر راجہ داہر کا راج تھا۔

[۲] راجہ ساہسی راجہ چچ سے پہلے سندھ کا راجہ تھا، جو بدھ مذہب کا حامل تھا، اور پوری قوم بدھسٹ ہی تھی راجہ چچ اصل میں ایک برہمن زاد بچہ تھا جو راجہ ساہسی کے وزیر رام کے پاس آیا تھا، اس نے اس نوعمر جوان کی لیاقت، ذہانت اور فطانت دیکھ کر دیوان کے محکمہ میں منشی کے عہدے پر اسے مقرر کر دیا یہاں سے اس کی قسمت کا ستارہ بھی چمکا اور خداداد لیاقتوں کے جوہر بھی کھلے، اس پر طرفہ تماشا یہ کہ راجہ ساہسی کی ملکہ رانی سوبھن دیوی کو اس برہمن زاد بانکیلے جوان سے عشق ہو گیا، اور راجہ کے مرنے کے بعد رانی نے بڑی عجیب وغریب تدبیروں سے بدھ سلطنت کے تخت پر اس برہمن زاد نوجوان کو بٹھا دیا، اور پھر اس سے شادی کر لی، راجہ داہر اسی رانی کے بطن سے چچ کا بیٹا تھا۔

کے دور دراز کی حدود تک وسعت دی، اور سندھ کی مقبوضات کو واپس سندھ میں شامل کیا، راجہ چچ کی حکومت کا عرصہ چالیس سال کے لگ بھگ ہے، یہ سندھ پر ہندوراج کا آخری سنہری دور تھا اس کے بعد راجہ داہر کے زمانے (۶۳ھ تا ۹۲ھ) میں محمد بن قاسم کے ہاتھوں سندھ اسلامی قلمرو میں شامل ہو گیا، محمد بن قاسم رحمہ اللہ کے حملے کے وقت سندھ کی حدود اربعہ یہ تھیں، شمال میں دریائے جہلم کا منبع، جس میں کشمیر کے نشیبی اضلاع شامل تھے اور کوہ کابل کا سلسلہ اس کی حد بندی کرتا تھا جو شمال مغرب میں دریائے ہلمند (موجودہ افغانستان کا علاقہ) پر جا کر ختم ہوتا تھا، اور جنوب مغرب میں سندھ کی سرحدیں مکران (بلوچستان) میں اس مقام تک تھیں جہاں ساحل کے سامنے جزیرہ منشور واقع ہے، جنوب کی طرف بحیرہ عرب (موجودہ کراچی کے ساحل) تک اور جنوب مشرق میں خلیج رن کچھ تک اور مشرق میں راجپوتانہ اور جیسلمیر کی سرحدیں سندھ کی سرحد کے ساتھ آ کر ملتی تھیں، گویا کہ اس وقت کا سندھ آج کے صوبہ سرحد، مغربی پنجاب، بلوچستان اور صوبہ سندھ یعنی موجودہ پورے پاکستان اور اس کے علاوہ دریائے ہلمند تک موجودہ افغانستان کے علاقے (تاریخ میں سیستان یا سجستان سے مراد یہی دریائے ہلمند کے اطراف کا علاقہ ہے) اور شمالی علاقہ جات گلگت وغیرہ سے آگے چین کی سرحد تک اور موجودہ صوبہ سندھ سے آگے جودھ پور کے کچھ علاقے تک یہ سارا وسیع وعریض خطہ مملکت سندھ کی تشکیل کرتا تھا۔

☆......سندھ کے دریا

سرزمین سندھ کی ساری رونق دریائے سندھ سے ہے اس کا پانی جہاں تک پہنچتا ہے سرسبزی اور شادابی اس کے جلو میں چلتی ہے، اور جل تھل کا عالم ہوتا ہے ورنہ خاک اڑتی ہے اور صحرا و بیابان کی وسعتیں زمین پر قبضہ جمائی ہوئی ہیں، یہ دریا ملک تبت (چین کے ساتھ) کے کیلاس پہاڑ سے شروع ہو کر شمالی علاقہ جات، صوبہ سرحد [1] اور پنجاب میں مٹھن کوٹ تک گیارہ سو میل (تقریباً سترہ سو کلومیٹر) کی مسافت

[1] دریائے سندھ شمالی علاقوں اور صوبہ سرحد کے جن علاقوں سے گذر کر آتا ہے، وہاں یہ ''اباسین'' کہلاتا ہے، اس میں لفظِ ''سین'' تو سندھ ہی کا بدلا ہوا تلفظ ہے، چنانچہ پشتو زبان میں ''سین'' اور ہزارہ کی ہندکو زبان میں ''سِرَن'' کا لفظ بڑی ندی کے لئے استعمال ہوتا ہے، جیسا کہ مانسہرہ کے علاقہ پکھل میں جو پہاڑی ندی ''جبڑ'' کی طرف سے آتی ہے وہ پشتو اور ہندکو میں مذکورہ ناموں سے موسوم ہے، اور ''ابا'' کا مطلب واضح ہے یعنی ''باپ'' عربی کی طرح اردو، پنجابی، پشتو، ہندکو وغیرہ سب زبانوں میں یہ لفظ اسی معنیٰ میں مستعمل ہے، اس طرح ''اباسین کا مطلب ہوا ''بڑا دریا'' یا ''دریاؤں کا باپ'' دریائے سندھ کا یہ علاقائی نام اس دریا کی مذکورہ تاریخی حیثیت اور اہمیت کی بجائے خود بہت بڑی دلیل ہے (از ناقل)

طے کر کے پنجاب کے باقی چاروں دریاؤں جہلم، چناب، راوی اور ستلج کو اپنے دامن میں بھر کر ایک بڑا دریا بن جاتا ہے اور کشمور شہر کے قریب سندھ میں داخل ہوتا ہے، اور جنوب مغرب کی طرف ایک ہزار کلومیٹر سے زیادہ مسافت طے کر کے بحیرہ عرب میں جا گرتا ہے، اس طرح اس کی کل لمبائی تین ہزار کلومیٹر کے قریب بن جاتی ہے، اس کا منبع (نکلنے کی جگہ) سطح سمندر سے سولہ ہزار فٹ بلندی پر ہے، اٹک کے قریب دریائے کابل بھی اس میں آ کر گرتا ہے ملنے کی جگہ میں دریا کا پاٹ ایک چوتھائی میل تک پھیلا ہوا ہے، بحیرہ عرب سے پہلے اس کی مختلف شاخیں ہوگئی ہیں، جس نے تقریباً اس تمام زمین کو گھیر لیا ہے جو بحیرہ عرب کے ساحل پر سندھ کی حدود میں واقع ہے، اس طرح اس کے گیارہ دھانے بن گئے ہیں، جو سمندر سے ملتے ہیں، ان میں سے بعض دھانے اتنے وسیع و عمیق ہیں کہ جہاز رانی کے بھی قابل ہیں دھانے کی ان شاخوں کا سلسلہ تقریباً سو کلومیٹر تک چلا گیا ہے، سندھ میں دریائے سندھ سے کئی شاخیں نکلی ہیں جن میں سے بعض متعدد علاقوں سے گذر کر ان کو سیراب کرتی ہوئی واپس دریائے سندھ میں آ کر مل جاتی ہیں، جبکہ بعض صحرا میں جا کر غائب ہو جاتی ہیں جیسے ''مشرقی نارو'' جوروہڑی شہر کے قریب سے نکلی ہے اور خیر پور و تھر پار کر کے اضلاع کو سیراب کر کے رن کچھ کے بیابان میں جا کر غائب ہو جاتی ہے، اس طرح تقریباً چھ سات شاخیں دریائے سندھ سے سندھ کے علاقے میں نکلتی ہیں۔

☆......معاونِ دریا

دریائے سندھ کے دو حصے ہیں مشرقی حصہ اور مغربی حصہ، مشرقی حصہ سے مراد پنجاب کا علاقہ ہے جس میں چھ دریا جاری ہیں جو اس کی معاونت کرتے ہیں، جہلم، چناب، راوی، ستلج، بیاس اور گھگھر و جس کا قدیم نام ہکرہ ہے۔

بیاس چونکہ مستقل دریا نہیں بلکہ ستلج کا معاون ہے، جبکہ گھگھر و آگے جا کر ریت میں غائب ہو گیا ہے، پہلے زمانے میں یہ بھی سندھ میں جا کر ملتا تھا، اس کو دریا کے بجائے ندی سمجھنا چاہئے، پہلے یہ سندھ اور ہند میں حدِ فاصل کا کام دیتا تھا اس طرح اس مشرقی حصہ میں ستلج و گھگھر و کو چھوڑ کر چار دریا ہوئے اور پانچواں خود یہ دریائے سندھ ہوا جو مٹھن کوٹ سے پہلے پہلے الگ بہتا ہے، پس مشرقی حصہ میں پانچ دریا ہیں اور اس سے اس پورے علاقے کا نام جس میں یہ پانچ دریا الگ الگ بہتے ہیں پنج آب (پنجاب) مشہور ہوا یعنی پانچ دریاؤں کی سرزمین۔ (جاری ہے)

طب و صحت

مفتی محمد رضوان

طبی معلومات ومشوروں کا مستقل سلسلہ

نیند و بیداری (قسط۱)

انسانی تندرستی اور صحت کو باقی رکھنے کے لئے چھ ضروری چیزوں میں سے نیند و بیداری یعنی سونا اور جاگنا بھی ہے ✪ نیند و بیداری کا تعلق انسان کے دماغ واعصاب سے ہے ✪ انسانی جسم کے لئے جسم کو حرکت وسکون دینا ضروری ہے اور جاگنے و بیداری کی حالت میں جسم کو حرکت ہوتی رہتی ہے، اور نیند وسونے کے وقت سکون حاصل ہوتا ہے، حرکت سے حرارت (گرمی) پیدا ہوتی ہے اور سکون سے برودت (سردی) اس لئے جب انسان سوتا ہے تو جسم میں تری اور سردی کے اثرات بڑھ جاتے ہیں، بیرونی اعضاء ٹھنڈے ہو جاتے ہیں، اور اسی وجہ سے نیند میں کپڑا وغیرہ اوڑھنے کی ضرورت ایسے شخص کو بھی محسوس ہوتی ہے جسے جاگتے ہوئے محسوس نہیں ہوتی، اور جاگنے کی حالت میں گرمی اور خشکی کے اثرات بڑھتے ہیں اب ظاہر ہے کہ اگر نینداور بیداری میں بے قاعدگی پیدا ہو جائے تو جسم میں سردی وتری، یا گرمی وخشکی کے امراض پیدا ہو جائیں گے۔ کیونکہ قدرت کے قانون کے مطابق جب تک تمام کام وافعال پورے ہوتے رہتے ہیں، تندرستی اور صحت بحال رہتی ہے، لیکن اس کے خلاف اگر کسی کام وفعل میں بھی کمی، زیادتی ہو جائے تو اس کو مرض و بیماری کہا جاتا ہے۔ جاگنے کی حالت میں کام کاج کرنے کی وجہ سے جسمانی یا دماغی طاقتیں اور صلاحیتیں استعمال ہوتی رہتی ہیں، جس کے نتیجہ میں جسم کا کچھ نہ کچھ حصہ تحلیل ہوتا اور گھٹتا رہتا ہے اور تھکن پیدا ہوتی رہتی ہے، انسانی جسم کی یہ ضرورت اور کمی غذا کے علاوہ نیند کی مناسب اور طبعی مقدار سے پوری ہوتی ہے۔ اسی لئے اگر کسی انسان کو اچھی سے اچھی غذا کھلائی پلائی جائے لیکن صرف دو چار روز نیند سے محروم رکھا جائے تو ایسا شخص جسمانی ودماغی کام کرنے کے قابل نہیں رہتا اور تھک کر چور ہو جاتا ہے۔

مناسب مقدار میں سونے اور نیند کرنے سے انسان کے جسم کو پوری طرح آرام حاصل ہوتا ہے، تھکا ہوا جسم سوکر بیدار ہونے کے بعد چست وچالاک ہو جاتا ہے اور نئے سرے سے کام کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔[۱]

---

[۱] وللنوم فائدتان جليلتان، احداهما: سكون الجوارح وراحتهامما يعرض لها من التعب فيريح الحواس من نصب اليقظة ويزيل الاعياء والكلال، والثانية: هضم الغذاء، ونضج الاخلاط، لان الحرارة الغريزية فى وقت النوم، تفور الى باطن البدن، فتعين على ذالک، ولهذا يبرد ظاهره، ويحتاج النائم الى فضل دثار (الطب النبوى لابن القيم ص ۲۴۶، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

Idara Ghufran

✪......نیند کی طبعی یا مناسب مقدار

نیند کے لئے مناسب وقت اور مناسب کیفیت کے ساتھ ساتھ مناسب مقدار کا لحاظ نہایت ضروری ہے، اگر نیند مناسب مقدار میں حاصل نہ کی جائے تو سستی وکاہلی کے علاوہ سر درد ضعفِ دماغ، ضعفِ نظر کی شکایت ہوجاتی ہے اور یہاں تک کہ دیوانگی کی نوبت بھی آجاتی ہے ✪ عمر کی مختلف حالتوں میں مناسب نیند کی مقدار بھی طبی اعتبار سے مختلف ہوتی ہے، چنانچہ بچوں کو جنسی نشوونما کے لئے زیادہ نیند کی ضرورت ہوتی ہے، چھوٹے دودھ پیتے بچوں کے لئے دن ورات میں تقریباً سولہ گھنٹے سونا مناسب مقدار کہلاتا ہے، عمر بڑھنے کے ساتھ نیند کی مقدار کم ہوجاتی ہے، حتیٰ کہ چار سال سے آٹھ سال تک کے بچوں کے لئے تقریباً بارہ گھنٹے روزانہ سونے کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے، اور آٹھ سال سے بیس اکیس سال کی عمر تک رواز نہ نو دس گھنٹے سونا کافی ہوتا ہے، اور جوانی کی عمر میں پچاس سال کی عمر تک روزانہ کم از کم چھ اور زیادہ سے زیادہ آٹھ گھنٹے سونے کی ضرورت ہوتی ہے، عام حالات میں چھ گھنٹے سے کم سونے کی عادت بنانے سے تندرستی میں خلل پڑنا شروع ہوجاتا ہے۔ پچاس سال کے بعد انسان میں کمزوری آجاتی ہے اس لئے اُسے زیادہ آرام کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے اس عمر کے بعد آٹھ، دس گھنٹے روزانہ سونا چاہئے۔ عموماً خواتین کو مرد حضرات کے مقابلہ میں زیادہ نیند کی ضرورت ہوتی ہے۔

✪......نیند کی غیر طبعی یا غیر مناسب مقدار

اسی وجہ سے اگر کسی کی طبعی اور مناسب نیند کی مقدار میں غیر معمولی خلل واقع ہوجائے مثلاً نیند اچاٹ ہوجائے یا نیند میں غیر معمولی زیادتی ہوجائے تو یہ بیماری کہلاتی ہے، طب کی زبان میں پہلی حالت کو ''سہر'' اور دوسری حالت کو ''سبات'' کا نام دیا جاتا ہے۔

✪......نیند کا وقت

اللہ تعالیٰ نے دن کام کے لئے اور رات آرام کے لئے بنائی ہے، اسی لئے رات کے وقت سونا فطرت کے عین مطابق ہے، بلکہ رات کا عشاء کے بعد والے حصہ میں سونا بعض اطباء کی تحقیق کے مطابق رات کے آخری حصہ میں سونے سے بھی زیادہ مفید ہے، آج کل شہروں میں عام طور پر رات کو دیر تک جاگتے رہنے کی وجہ سے دن میں پڑے رہنے کی عادت ہوگئی ہے، جو لوگ رات کو رنگ رلیوں میں گزارتے اور دن کو بستر پر پڑے سوتے خراٹے لیتے رہتے ہیں ان کی تندرستی خراب ہوجاتی ہے، اس کے علاوہ ویسے بھی

دن کوسونے کی عادت ڈالنا اچھا نہیں ہے، البتہ اگر دماغی یا جسمانی محنت کرنے والے افراد گرمیوں میں دوپہر کے وقت کچھ دیر سوئیں تو یہ ان کے لئے بہتر ہے، ان کو دوپہر کو سونے سے تھکن دور ہو جاتی ہے، اور نئے سرے سے کام کرنے کی طاقت لوٹ آتی ہے، اور اگر عام لوگ بھی دوپہر کو کچھ تھوڑا بہت لیٹ کر آرام کرلیں اگر چہ سوئیں نہیں اور تھوڑی دیر ہی کیوں نہ ہو تو یہ بھی حضور ﷺ کی سنت اور بہت مفید عمل ہے، لیکن بلاضرورت دیر تک سوتے رہنے کی عادت نقصان سے خالی نہیں۔[۱]

رات کا وقت نیند کے لئے سب سے بہترین اور موزوں ہے، اس لئے کوشش کرنی چاہئے کہ رات کو جلدی سونے کی عادت بنائیں تاکہ رات رات کے حصہ ہی میں نیند کی مناسب مقدار پوری ہو جائے، دن کو سونے کی عادت بنالینے سے نزلہ کی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں، بدن کا رنگ بگڑ جاتا ہے، اعصاب ڈھیلے ہو جاتے ہیں، بدن میں کاہلی اور سستی پیدا ہو جاتی ہے، بھوک کمزور ہو جاتی ہے، عموماً دن کے وقت کی نیند ٹوٹ ٹوٹ کر آتی ہے، اور اس کے مقابلہ میں رات کی نیند کامل، مسلسل اور گہری ہوتی ہے، جو لوگ دن کو

---

[۱] بتلایا جاتا ہے کہ دن کی سب سے بدترین نیند ابتدائے دن میں ہے، اور اس سے بدترین نیند عصر کے بعد ہے۔ مشہور ہے کہ دن کی نیند تین طرح کی ہوتی ہے، ایک عمدہ عادت، دوسری سوزش اور تیسری حماقت ہے۔ عمدہ عادت گرمی کی دوپہر میں سونا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی یہی عادت شریفہ تھی، اور سوزش والی نیند چاشت کے وقت سونا ہے، جس میں انسان اپنے دنیوی واخروی کاموں میں غافل ہو جاتا ہے، اور حماقت والی نیند عصر کے وقت سونا ہے (الطب النبوی لابن القیمؒ ص۲۴۶)

حکیم نور احمد صاحب لکھتے ہیں:

''بندہ اب ان شاء اللہ نوے سال کی عمر تک شاید زندگی کی بہاریں دیکھے، قریباً ستر سال سے مریضوں کی طبی خدمات انجام دے رہا ہوں، بفضلہ ہزارہا مریضوں کا علاج کر چکا ہوں، میرے برسوں طبی معالجاتی تجربہ میں دن بدن معاشرہ رات دیر سے سونے کو پسند کر رہا ہے، بین الاقوامی دنیا کا زیادہ حصہ صبح کافی دن چڑھے اٹھنے کا عادی ہو رہا ہے، روزمرہ درجنوں مریض یہی شکایت کرتے ہیں کہ رات کے پہلے حصے میں نیند آتی ہی نہیں، آدھی رات رات گذرنے پر آنکھ لگنی شروع ہوتی ہے، صبح بمشکل سات آٹھ بجے جاگ آتی ہے، یہ بندگانِ خدا یہ بھی کہتے ہیں کہ دن کا کافی حصہ غنودگی کی حالت میں گذر جاتا ہے، حکیم صاحبان کی تحقیق کے مطابق مغرب کی نماز کے بعد آدھی رات بارہ بجے تک گہری نیند کا وقت ہے، اس وقت کی ایک گھنٹہ نیند رات کے بارہ بجے کے بعد کی دو گھنٹے کی نیند کے برابر ہوتی ہے (ماہنامہ ''انوار مدینہ'' لاہور ص۵۱ ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ)

اگر چہ شرعاً عشاء کی نماز سے پہلے بلاعذر سونا پسندیدہ نہیں لیکن عشاء کی نماز کے بعد جلد سونے کا اہتمام کرنے سے بھی رات کے اول حصہ میں سو کر آخری حصہ میں بیدار ہونے کی مذکورہ تحقیق پر عمل ہو سکتا ہے جو کہ خود مستقل حضور ﷺ کی ایک سنت بھی ہے۔

ونوم النهار ردیء یورث الامراض الرطوبية والنوازل ،ويفسد اللون ،ويورث الطحال ،ويرخي العصب ، ويكسل ويعف الشهوة ،الافي الصيف وقت الهاجرة واردؤه :نوم اول النهار ،واردأمنه :النوم آخره بعد العصر ،وراى عبد الله بن عباس ابناله نائما نومة الصبحة ،فقال له :''قم اتنام ،في الساعة التي تقسم فيها الارزاق؟!'' (الطب النبوی لابن القیم ص۲۴۷)

سونے کے عادی ہوں انہیں ایک دم اس عادت کو ختم نہیں کرنا چاہئے، ورنہ ہضم میں بگاڑ وغیرہ کا خطرہ ہوتا ہے، بلکہ آہستہ آہستہ روزانہ تھوڑا تھوڑا کم کر کے یا ناغہ کر کے اس عادت کو ختم کرنا چاہئے۔

✪ کھانا کھاتے ہی فوراً سو جانا یا بھوک لگے ہوئے ہونے کی حالت میں سونا بھی صحت کے لئے فائدہ مند نہیں ✪ مناسب ہے کہ کھانے کے کم از کم دو تین گھنٹے بعد سویا جائے ✪ طبی لحاظ سے بہترین نیند وہ ہے جو گہری ہو اور اس وقت کی جائے جبکہ غذا پیٹ کے اوپر والے حصہ سے نیچے اتر چکی ہو، اور یہ کھانے کے کم از کم دو تین گھنٹے بعد ہی ہوتا ہے اس سے پہلے نہیں، اگر غذا کے ہضم ہونے میں کسی وجہ سے تاخیر ہو جائے تو انسان کو چاہئے کہ پہلے کچھ دیر چہل قدمی کر لے، اس کے بعد سونے کے عمل میں مشغول ہو۔

✪......سونے کی کیفیت اور مقام

رات کو درختوں کے نیچے سونے سے پرہیز کرنا چاہئے، کیونکہ رات کو درخت اپنے اندر سے زہریلی ہوا خارج کرتے ہیں، جو انسان کی تندرستی کے لئے نقصان دہ ہے ✪ اسی طرح کپڑے سے منہ پوری طرح ڈھک کر سونے کی عادت بھی نہیں ڈالنی چاہئے، اس طرح سانس سے نکلی ہوئی خراب زہریلی ہوا بند رہ کر دوبارہ سانس کے ذریعہ اندر پہنچ کر بیماری کا باعث ہو جاتی ہے ✪ سوتے ہوئے ہونے کی حالت میں منہ کا اندرونی حصہ کھلا رکھنا اچھا نہیں، اس لئے منہ بند کر کے سونا چاہئے ✪ سخت چیز (مثلاً نرم بستر کے بغیر) فرش یا تخت وغیرہ پر سونا عام حالات میں نقصان دہ ہے، اس سے فالج وغیرہ کی بیماری پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے، کیونکہ زمین یا فرش وتخت وغیرہ کی سختی سے جسم کے اعصاب رگڑ کھاتے ہیں، اور زمین کی ٹھنڈک اعصاب تک پہنچتی ہے، زمین کی نمی جسم کو پہنچنے سے گھٹیا، بخار، اور بدہضمی وغیرہ پیدا ہو سکتی ہے ✪ اگر ممکن ہو تو ایک دوسرے سے دور ہو کر سونا چاہئے تاکہ ایک دوسرے کے سانس کے زہریلے اثرات سے محفوظ رہے، قریب قریب مِل کر اور دوسرے کے منہ کے ساتھ منہ ملا کر سونا مضر ہے ✪ سونے کی بہترین کیفیت یہ ہے کہ پہلے دائیں کروٹ پر سوئے، پھر بائیں کروٹ پر لوٹ آئے، دائیں کروٹ پر سنت اور بائیں کروٹ پر سونا شرعاً جائز اور طبی اعتبار سے مفید ہے، اور مذکورہ طریقہ پر سونے سے دونوں مقاصد حاصل ہو جاتے ہیں ✪ اُلٹا لیٹنے سے حدیث شریف میں منع کیا گیا ہے، بعض حالات میں طبی لحاظ سے ہضم میں معین مگر آنکھوں کے لئے مضر قرار دیا گیا ہے ✪ چت یعنی سیدھا لیٹنا شرعاً جائز ہے، مگر اطباء نے اس کو مختلف بیماریاں پیدا ہونے کا سبب قرار دیا ہے (**بقیہ صفحہ ۹۶ پر ملاحظہ کریں**)

اخبارِ ادارہ مفتی محمد امجد

ادارہ کے شب وروز

□......مؤرخہ ۱۳/ جمادی الاُخریٰ بروز جمعرات بعد عصر حضرت نواب عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم ادارہ میں تشریف لائے اور اساتذۂ کرام سے ملاقات اور ان کو نصائح فرما کر تشریف لے گئے۔

□......مؤرخہ ۱۵/ جمادی الاُخریٰ بروز ہفتہ حضرت نواب عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم اسلام آباد سے چند ماہ کے لئے کراچی تشریف لے گئے۔

□...... جمعہ ۱۶/۲۳/۳۰/ جمادی الاولیٰ اور ۷/۱۴/ جمادی الثانیہ مساجدِ ثلاثہ میں حسبِ معمول قبل از جمعہ وعظ اور بعد از جمعہ مسائل کی نشستیں منعقد ہوتی رہیں، جمعہ ۳۰/ جمادی الاولیٰ اور ۱۴/ جمادی الثانیہ مفتی محمد امجد صاحب کی جگہ مولانا طارق محمود صاحب نے مسجد نسیم میں جمعہ کے فرائض انجام دیئے۔

□...... جمعہ ۱۶/ جمادی الاولیٰ بعد نمازِ مغرب یومِ والدین کا سہ ماہی جلسہ منعقد ہوا، جس میں ششماہی امتحانات کے نتائج بھی سنائے گئے، اور ہر جماعت میں تین ابتدائی درجات حاصل کرنے والے طلباء وطالبات کو کتابی مواد انعام میں دیا گیا، حضرت مدیر دامت برکاتہم کی نیابت میں مفتی محمد امجد صاحب نے علمِ دین کی اہمیت اور اولاد کی تعلیم وتربیت کے تقاضوں کے موضوع پر بیان کیا۔

□...... جمعہ ۲۳/ جمادی الاولیٰ اور ۷/ جمادی الثانیہ کو فقہی مذاکراتی نشستیں ہوئیں۔

□...... ہفتہ ۱۷/ جمادی الاولیٰ مفتی محمد یونس صاحب تین یوم کی رخصت پر اپنے وطن تشریف لے گئے۔

ہفتہ ۲۴/ جمادی الاولیٰ کو حضرت ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب دامت برکاتہم (جامعہ مدنیہ لاہور) دارالافتاء میں تشریف لائے، حضرت مدیر دامت برکاتہم کے ساتھ علمی وفقہی نشست رہی جس سے دارالافتاء کے دوسرے احباب نے بھی خوشہ چینی کی۔

□......اتوار ۱۸/۲۵/ جمادی الاولیٰ اور ۲/۹/ جمادی الثانیہ کو بعد عصر حسبِ معمول ہفتہ وار اصلاحی مجالس منعقد ہوتی رہیں

□......اتوار ۱۸/ جمادی الاولیٰ کو حضرت مدیر دامت برکاتہم بعض احباب کی معیت میں لاہور جامعہ مدنیہ ایک دینی تقریب میں شرکت کی غرض سے تشریف لے گئے، اس شام تقریب میں شرکت فرما کر رات کو واپسی کا سفر کیا، اسی دن شعبہ حفظ کے معلم جناب قاری فضل الحکیم صاحب کے گھر بچے کی ولادت ہوئی، اللہ تعالیٰ نیک صالح بنائیں۔

□......اتوار ۳/ جمادی الثانیہ کو کنویں کی کھدائی وغیرہ جملہ کاموں کی عارضی تکمیل ہوئی۔

□......سوموار ۱۹/ جمادی الاولیٰ قاری فضل الحکیم صاب نے اپنے بچے کی ولادت کی خوشی میں ادارہ میں دعوتِ طعام کا اہتمام کیا۔

□......سوموار ۳/ جمادی الثانیہ اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد میں فوجداری قانون کے متعلق فقہی سیمینار شروع ہوا، حضرت مدیر دامت برکاتہم کی نیابت میں مفتی محمد امجد صاحب نے شرکت کی۔

□......منگل ۶/ ۱۳/ ۲۰/ جمادی الاولیٰ اور ۴/ ۱۱/ جمادی الثانیہ بعد ظہر اساتذہ کرام وارا کینِ عملہ کے لئے ہفتہ وار اصلاحی نشست حسبِ معمول منعقد ہوتی رہی، ۲۷/ جمادی الاولیٰ کو یہ نشست منعقد نہ ہوسکی، اس دن حضرت مدیر دامت برکاتہم بڑے حضرت کے دولت خانہ پر اسلام آباد ملاقات اور بعض امور میں رہنمائی لینے کی غرض سے تشریف لے گئے تھے، مولوی محمد ناصر سلمہ بھی اس سفر میں حضرت کے ہمراہ تھے۔

□...... بدھ ۱۴/ ۲۱/ ۲۸/ جمادی الاولیٰ اور ۵/ ۱۲/ جمادی الثانیہ کو ہفتہ وار اصلاحی بیان برائے طلبہ کرام حسبِ معمول ہوا

□...... بدھ ۵/ جمادی الثانیہ کو مفتی محمد اسماعیل طورو صاحب زید مجدہٗ کی طرف سے عشائیہ کی دعوت تھی جس میں حضرت مدیر دامت برکاتہم اور دارالافتاء کے چند دیگر رفقاء موصوف کی دعوت پر شریک ہوئے۔

□......جمعرات ۱۵/ ۲۲/ ۲۹/ جمادی الاولیٰ اور ۶/ ۱۳/ جمادی الثانیہ کو طلبہ کرام کے بزمِ ادب کی ہفتہ وار نشستیں حسبِ معمول منعقد ہوئیں۔

□......جمعرات ۱۵/ جمادی الاولیٰ کو مفتی منظور احمد صاحب (جامعہ امدادیہ) فیصل آباد جاتے ہوئے حضرت مدیر دامت برکاتہم سے ملاقات کے لئے عصر سے پہلے تشریف لائے حضرت سے کچھ دیر نشست رہی پھر عصر کی نماز پڑھ کر رخصت ہوئے۔

□......جمعرات ۲۹/ جمادی الاولیٰ کو ادارہ میں نئے باورچی صاحب کی عارضی تقرری عمل میں آئی۔

(بقیہ متعلقہ صفحہ ۹۴ نیند و بیداری) مثلاً سکتہ، فالج وغیرہ، اطباء کا کہنا ہے کہ چت لیٹے رہنے سے فضلات دماغ سے پیچھے کی طرف چلے جاتے ہیں، اور اپنے فطری راستوں کی طرف چلنے اور بہنے سے رک جاتے ہیں ✪ رات کو سونے سے پہلے دانت اور منہ ہاتھ صاف کر کے سونا چاہئے۔

(ماخوذ از حاذق ص ۲۷، ۲۸ مصنفہ مسیح الملک حکیم حافظ محمد اجمل خان مرحوم، دیہاتی معالج حصہ اول ص ۸۳ تا ۸۵ مصنفہ حکیم محمد سعید مرحوم، کتاب الصحت ص ۱۳۴، ۱۳۵ مصنفہ حکیم اقبال احمد قرشی، کلیاتِ قانون مفردِ اعضاء ص ۱۱۵ مصنفہ حکیم محمد شریف صاحب، تلخیصِ کلیات ص ۱۰۵، مصنفہ حکیم کلیم اختر مرزا صاحب وترجمہ وشرح کلیاتِ قانون لابن سینا حصہ دوم ص ۱۹۲ تا ۱۹۴، الطب النبوی، مؤلفہ: ابن القیم جوزی ص ۲۴۵ تا ۲۵۰ ملخصاً)

Idara Ghufran

اخبارِ عالم ابوجویریہ

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم و مفید حالات و واقعات، حادثات و تغیرات

24 جون: پاکستان: صوبہ بلوچستان کی پارلیمانی کمیٹی نے 19 سفارشات کی منظوری دے دی ★ پاکستان: کراچی میں دہشت گردی، مفتی عتیق الرحمٰن ساتھی سمیت شہید، بیٹا زخمی **25 جون:** عسکریت پسندوں کو تربیت دینے کا الزام، بھارت نے وزیرِ اطلاعات پاکستان شیخ رشید کو سرینگر جانے سے روک دیا ★ پاکستان: نکاح نامہ میں پہلی بیوی یا خاوند کے متعلق بھی اندراج کیا جائے گا، اسلامی نظریاتی کونسل نے منظوری دے دی **26 جون:** ایران کے صدارتی انتخابات میں امریکہ مخالف رہنما محمود احمد نے کامیابی حاصل کرلی **27 جون:** پاکستان: نیو انٹرنیشنل ائرپورٹ فتح جنگ میں ہی بنے گا، وزیرِ اعظم **28 جون:** گوانتا ناموبے سے رہائی پانے والے 17 پاکستانی پنجاب کی مختلف جیلوں سے رہا **29 جون:** پاکستان: چینی کی قیمت میں اضافہ، پرچون نرخ 30 روپے فی کلوگرام ہوگئے **30 جون:** افغانستان طالبان نے ہیلی کاپٹر مار گرایا 35 امریکی ہلاک، پینٹا گون نے واقعہ کی تصدیق کردی ★ پاکستان: 57 سالہ پانچ روپے کا نوٹ ختم ہوجائے گا، 5 روپے کا موجودہ نوٹ 29 سال گردش میں رہا، تاریخِ اجراء یکم اکتوبر 1948ء ہے، پہلے نوٹ میں چاند تارا بنا ہوتا تھا، اردو و انگریزی تحریر تھی، رنگ گہرا نیلا تھا، 1955ء میں تبدیل ہوا، گذشتہ اڑھائی سال میں 75 کروڑ روپے کی مالیت کے 5 روپے کے 15 کروڑ سکے جاری ہوگئے **یکم جولائی:** پاکستان: نئے مالی سال کا پہلا دن، پٹرول، ڈیزل اور گیس کی قیمتوں میں اضافہ ★ پاکستان: افغانستان سے لائے گئے 48 پاکستانی مجاہدین فیصل آباد جیل سے رہا **2 جولائی:** اقتصادی رابطہ کمیٹی کا اجلاس، چینی، آٹا ڈیوٹی فری درآمد کرنے کی اجازت **3 جولائی:** پاکستان: میانوالی کے درجنوں دیہات زیرِ آب، نوشہرہ چارسدہ میں سیلابی صورتحال برقرار **4 جولائی:** سعودی سیکورٹی فورسز سے جھڑپ میں القاعدہ کا آپریشنل چیف جاں بحق، یونس محمد الحیاری نے عراق میں امریکی افواج کے خلاف کئی کاروائیوں میں بھی حصہ لیا، بم بنانے میں ماہر تھے، جھڑپ میں چھ سعودی پولیس اہلکار بھی زخمی ہوئے **5 جولائی:** پاکستان بھارت سے تجارت کے لئے تیار، وزارتِ تجارت نے باقاعدہ نوٹیفکشن جاری کردیا **6 جولائی:** بھارت: بابری مسجد کی جگہ زیرِ تعمیر متنازع مندر پر حملہ، 6 افراد مارے گئے، افسوس ہوا مذمت کرتے ہیں، پاکستان **7 جولائی:** پاک چین تجارتی سمجھوتے پر 2006ء سے عملدرآمد ہوگا،

چینی صدر اور شوکت عزیز میں اتفاق ✍ **8 جولائی:** عراق میں مغوی مصری سفیر کا سر قلم، مزید سفیروں کو اغواء کرینگے، القاعدہ ★ لندن میں 7 بم دھماکے 50 افراد ہلاک 700 زخمی ✍ **9 جولائی:** لندن بم دھماکوں میں مرنے والوں کی تعداد 60 سے متجاوز، گوروں پر خوف کے سائے، برطانیہ میں مساجد اور مسلمانوں پر حملے ★ دریائے چناب میں بھارت سے آنے والے سیلابی ریلے نے تباہی مچادی، ضلع سیالکوٹ کے 13 دیہات شدید متاثر ✍ **10 جولائی:** افغانستان: طالبان نے یرغمال امریکی کمانڈر کا سر قلم کردیا، ہلمند میں 7 افغان پولیس افسران ہلاک 6 یرغمال ★ پاکستان: کراچی میں نامعلوم افراد نے مفتی شمس الدین کو اغواء کے بعد شہید کردیا، مولانا اورنگی ٹاؤن سیکٹر 11 ڈی میں قائم دارالعلوم حنفیہ کے استاذ تھے، حسبِ معمول بنارس چوک میں درس دینے جارہے تھے کہ اغوا کرلیا گیا، شہید کرنے کے بعد نامعلوم افراد نے نعش علی گڑھ بازار شاہراہ پر میٹرو سینما کے قریب پھینک دی، چار گولیاں لگیں، علاقے میں کشیدگی پھیل گئی ✍ **11 جولائی:** لندن بم دھماکوں کا ردعمل، برطانیہ اور نیوزی لینڈ میں مساجد پر حملے، ایک مسجد نذرِ آتش ★ 2006ء کے وسط تک نصف سے زائد امریکی واتحادی افواج کا عراق سے نکالنے کا فیصلہ ✍ **12 جولائی:** افغانستان: بگرام سے القاعدہ کے 4 اہم ارکان امریکی جیل توڑ کر نکلنے میں کامیاب ✍ **13 جولائی:** پاکستان: حج پالیسی 2006ء کا اعلان، 90 ہزار افراد کو سرکاری سکیم، جبکہ 60 ہزار کو پرائیویٹ سکیم کے تحت حج کے لئے بھجوایا جائے گا، حج اخراجات میں 20 ہزار کا اضافہ، گرین کیٹگری میں کراچی اور کوئٹہ کے عازمین کو ایک لاکھ بیس ہزار وائٹ کیٹگری کے عازمین کو ایک لاکھ آٹھ ہزار دیگر شہروں کے عازمین کو گرین کیٹگری میں ایک لاکھ 26 ہزار جبکہ وائٹ کیٹگری میں ایک لاکھ 14 ہزار ادا کرنا ہونگے، سرکاری سکیم کے تحت حج کرنے کے خواہشمند افراد 20 جولائی سے 15 اگست، جبکہ پرائیویٹ سکیم کے تحت حج ادا کرنے کے خواہشمند 31 جولائی سے 15 اگست تک درخواستیں جمع کرسکیں گے، وفاقی سیکرٹری مذہبی امور ✍ **14 جولائی:** پاکستان: گھوٹکی میں 3 ٹرینوں میں تصادم 250 جاں بحق، سیکڑوں زخمی، فوج اور رینجرز طلب، لاہور سے جانے والی کراچی ایکسپریس سرحد سٹیشن پر کھڑی کوئٹہ ایکسپریس سے ٹکراگئی، اس کی 3 بوگیاں دوسرے ٹریک پر چڑھ گئی، اس موقع پر کراچی سے آنے والی تیز گام نے اپنی پوری رفتار کے ساتھ ان بوگیوں کو کچل دیا، حادثے میں تیز گام کی 12 کوئٹہ ایکسپریس کی 14 اور کراچی ایکسپریس کی 13 بوگیاں الٹ گئیں ✍ **15 جولائی:** پاکستان: سرحد اسمبلی نے حسبہ بل کی منظوری دے دی، سپریم کورٹ سے رجوع کریں گے، وفاقی حکومت ✍ **16 جولائی:** پاکستان: امریکی افواج کی طرف سے شمالی وزیرستان پر میزائل حملہ 24 شہید ★ پاکستان: راولپنڈی

بورڈ نے میٹرک کے نتائج کا اعلان کر دیا، طالبات بازی لے گئیں، نتیجہ 42.26 فیصد رہا★ پاکستان: کراچی سے گرفتار دہشتگردوں نے مفتی شامزئی، مفتی جمیل اور مفتی عتیق کے قتل کا اعتراف کر لیا، مزید مذہبی شخصیات کے قتل کا منصوبہ بے نقاب، کالعدم تنظیم کے گرفتار ارکان سے مخالف فرقے کے علماء اور مفتیان کی ہٹ لسٹ برآمد، گروہ کے دیگر ارکان کی گرفتاریوں کے لئے کوشش تیز ✍ **17 جولائی:** پاکستان: شمالی وزیرستان میں مشتبہ افراد کے خلاف فوج کا آپریشن 11 قبائلی گرفتار، 24 شہداء کی تدفین میں ہزاروں افراد کی شرکت ✍ **18 جولائی:** پاکستان: شمالی وزیرستان میں فوج اور مشتبہ افراد میں جھڑپ 17 جاں بحق، ایک فوجی جوان بھی مارا گیا ✍ **19 جولائی:** برطانیہ کے 500 علماء نے لندن دھماکوں کو ناجائز قرار دے دیا، حملہ آور کو شہید نہ کہا جائے، لندن بم دھماکوں میں ملوث افراد مجرم ہیں، دہشتگردی کے مرتکب افراد جہنم میں جائیں گے، یہ فتویٰ برطانیہ کی حد تک ہے، دوسرے ممالک پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا، علمائے کرام کا موقف★ پاکستان: ممتاز عالمِ دین فاضلِ دارالعلوم دیوبند مولانا قاری محمد امین صاحب طویل علالت کے بعد گذشتہ روز گیارہ بجے دن رحلت فرما گئے، حضرت مولانا قاری محمد امین صاحب ساٹھ سال راولپنڈی ورکشاپی محلے میں درس وتدریس کے شعبے سے منسلک تھے ✍ **20 جولائی:** امریکہ نے بھارت کو ایٹمی قوت تسلیم کرنے کا اعلان کر دیا★ پاک بحریہ کے بیڑے میں **3** جاسوس طیارے اور تین جنگی کشتیاں شامل، بحریہ کی دفاعی صلاحیت میں اضافے سے سرکریک کے علاقے میں اندر تک کام ممکن ہو سکے گا، بلوچستان کے ساحلی علاقوں میں بھی مسئلہ پیش نہیں آئے گا ✍ **21 جولائی:** نئی دہلی، برطانوی سفارتکاروں کا دارالعلوم دیوبند انڈیا کا دورہ، برطانوی ہائی کمیشن کے فرسٹ سیکرٹری نے دارالعلوم کے ذمہ داران سے نصاب کے متعلق معلومات حاصل کیں★ پاکستان: میاں اسلم کی شخصی ضمانت پر لال مسجد اسلام آباد سے گرفتار ہونے والے **14** علماء رہا ✍ **22 جولائی:** خصوصی سیل کے ذریعے دسمبر تک تمام مدارس کی رجسٹریشن کرینگے، صدر جنرل پرویز مشرف ✍ **23 جولائی:** لندن میں بم دھماکے، پولیس نے مشتبہ ایشیائی کو سرِ عام گولی ماردی، دھماکے جاری رہیں گے، القاعدہ ✍ **24 جولائی:** مصر میں 3 کار بم دھماکے، 97 ہلاک، 200 زخمی، 4 افسروں سمیت 17 سیکورٹی اہلکار لاپتہ★ افغانستان: قندھار میں طالبان نے جج کو قتل کر دیا، نورستان میں 3 سرکاری اہلکار اغواء ✍ **25 جولائی:** دینی مدارس کی خودمختاری پر کوئی سمجھوتہ نہیں کریں گے، مجلسِ عاملہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا اعلامیہ۔

Claim of cleanliness of heart and sight

By Mufti Muhammad Rizwan Translated by Molvi Abrar Hussain

You will have listened this sentence from some emotional peoples that the veil belong to heart not with eyes, if heart is cleaned then there is no need of veil .In fact this sentence illuminate immodesty and shamelessness and their this claim is based on the refusal of veil in under ground. This is in fact the issue of those who refuse the necessity of veil. They show their views after covering them in the polite cover of cleanliness of heart and sight .We ask them if the veil of heart is sufficient then why it is ordered in the Holy Quran to men and women separately.

(قل للمومنين يغصوامن ابصارهم)

"Say to the believing men that they should lower their gaze".(وقل للمومنات يغصصن من ابصارهن)

"And say to the believing women that they should lower their gaze" (Al Nur 30) Probably according to them this order is for those who believe in God, and they himself are deprived from the wealth of believe in God .So it should be considered that when a man is man and a woman is woman then there is impossible that his heart and sight will be clean from evil during looking opposite sex. It is another matter that a man has lost his gallantry or a woman has lost her womanish then this sentence is suitable for them. When in Holy Quran there is ordered to the men and women to avoid their sights then what kind of capacity will balance for them, and it is fact when Islam forbade to look towards in confidential then there is no question of it's cleanliness because the thing which is forbidden with the order of Allah cannot be clean but it should be unlawful.